فاضل بریلوی

اور

کنز الایمان



حضرت علامہ

مفتی محمد تصدق حسین

ناظم تعلیمات: جامعہ المرکز الاسلامی لاہور

زیر اہتمام تحریک مطالعہ قرآن

فاضل بریلوی

اور

کنز الایمان

حضرت علامہ

مفتی محمد تصدق حسین

ناظم تعلیمات، جامعہ المرکز الاسلامی لاہور

0300-4109731

زیر اہتمام **تحریک مطالعہ قرآن**



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : فاضل بریلوی اور کنز الایمان

مصنف : مفتی محمد تصدق حسین

نظر ثانی : مولانا محمد مدنی چشتی، مولانا عبد القدیر

پروف ریڈنگ : مولانا محمد فرمان علی، مولانا حافظ مستنصر احمد نورانی

تعداد : 1000

مطبع : جے ایم آرٹ لاہور

قیمت : 100 روپے

ملنے کے پتے

☆ جامعہ المرکز الاسلامی مین والٹن روڈ لاہور کینٹ

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ اہلِ سنت جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور ☆ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ نظامیہ کتاب گھر اُردو بازار لاہور

☆ کرمانوالا بک شاپ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ شمس وقمر بھاٹی گیٹ لاہور

عکس رضا

اطلاع

اس ایڈیشن کی جملہ آمدن مستقلاً تحریکِ مطالعہ قرآن کے لیے وقف ہے۔

محافلِ میلاد اور دیگر مواقع پر اچھی کتابیں تقسیم کرنا اپنے اور اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ زیادہ کتب کے خریدار خاص رعایت کے لیے براہِ راست رابطہ کریں۔

انتساب

امام الائمہ، سراج الامۃ، عز علماء، شرف فقہاء

وارث علوم نبویہ، امام اعظم، ابو حنیفہ

حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

جنہوں نے قرآن وسنت سے مسائل اخذ کرنے کے اصول وضوابط کی

تدوین وترتیب فرما کر امت مسلمہ کو نئی راہیں اور جہات عطا فرمائیں۔

محمد تصدق حسین غفرلہ

اھداء

تاجدار اہلِ طریقت، آفتاب امت، شمع دین وملت

سلطان الہند، نائب رسول، خواجہ خواجگان

حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ

جن کی بدولت لاکھوں غیر مسلم بُت پرستی چھوڑ کر

معرفتِ توحید سے آشنا ہوئے اور سرزمین ہندوستان

قلعہ اسلام میں تبدیل ہوئی۔

محمد تصدق حسین غفرلہ

برکات قلم

ادیب شہیر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشاء تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ

قلم کی برکات پر قرآن وسنت ناطق ہیں، نبی اکرم، محسنِ اعظم، معلم انسانیت جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اپنے اخلاق کریمہ، کمالات جلیلہ سے اصلاح وفلاح کو بروئے عمل لاتے رہے وہاں آپ نے مکتوبات گرانمایہ سے بھی شاہان وقت، امراء ورؤساء کو دعوتِ اسلام دی گویا کہ آپ نے قلمی تبلیغ کی بھی بنیاد رکھی۔ پھر قلم نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ صدیاں گزرتی گئیں مگر قلمی محاذ میں کمزوری دیکھنے تک نہ آئی کتب تفاسیر واحادیث، فقہ اور بے شمار علوم وفنون قلم کی برکات پر شاہد وعادل ہیں قلم نے نہ صرف مسلمین کو فیوض وبرکات سے بہرہ مند کیا بلکہ غیر مسلم بھی قلم کے ممنون احسان ہوئے، اس سائنسی دور میں بھی قلم کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جائے گا قلم کی رفتار ویسے ویسے بڑھتی جائے گی قرطاس ابیض پر جو بھی نقش ابھریں گے اسے قلم کا ہی وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ دین اسلام اور مذہب حق اہلسنت وجماعت کے دفاع میں اکابر ملت کے قلم سے بکثرت کارنامے ظہور پذیر ہوئے اور ہوتے آرہے ہیں پس انہیں کے تتبع میں عزیز القدر حضرت علامہ مولانا محمد تصدق حسین زید مجدہ نے بھی قلم سے اپنی وابستگی کو مضبوط کرنے کیلئے تصنیف وتالیف کی راہ اپنائی لہٰذا موصوف کے مختصر تعارف کیلئے چند سطور قارئین کرام کی نذر کی جارہی ہیں۔

خاندانی پس منظر:

علامہ محمد تصدق حسین کا آبائی تعلق مردخیز قصبہ سلیمان آباد ضلع اٹک سے ہے، سلیمان آباد کی وجہ تسمیہ کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ شیخ المشائخ خواجہ امیر احمد بسالوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس جگہ قیام رکھتے تھے انہوں نے اپنے شیخ کامل کی محبت ومودت کو دوام بخشنے کیلئے اس

قصبہ کو شیخ الاولیاء حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب وموسوم کیا۔ مولانا محمد تصدق حسین اعوان کا آبائی پیشہ کھیتی باڑی رہا گو کہ آپ کے والد ماجد بہرام خان ولد نور محمد صاحب فوجی ملازمت سے وابستہ رہے مگر آپ کے دو چچا اور چار ماموں عالم ہیں جن کی وجہ سے آپ کے والد ماجد نے اپنے بیٹوں کو علوم دینیہ سے سرفراز کرنے کی طرح ڈالی اور الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ دونوں بھائی ملت اسلامیہ کی نامور اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان) کے ممتاز فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔

ولادت باسعادت:

علامہ محمد تصدق حسین اعوان سلمہ ربہ تعالیٰ 3 فروری 1978ء / 21 ربیع الاول 1398ھ بروز جمعرات بوقت صبح سلیمان آباد میں متولد ہوئے۔

14

دینی تعلیم:

جب سن شعور کو پہنچے تو اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے ماموں مولانا حافظ محمد صدیق سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا بعدہ جب حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہوئے تو صرف چھ ماہ کی مختصر مدت میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔ قاری محمد اکرم صاحب لاہور اور مولانا قاری غلام احمد صاحب جو خانقاہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کے کامیاب مدرس ہیں ان سے حفظ قرآن کی دولت عظمٰی سے فیض یاب ہوئے۔ علوم وفنون دینیہ کی تعلیم ابتدا سے انتہا تک مرکزی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ سے حاصل کی اور 2005ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

عصری تعلیم:

عصری تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہا، میٹرک کا امتحان گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول اٹک سے پاس کیا اور فاضل عربی لاہور بورڈ کا مرہون منت ہے۔

عملی زندگی:

انسان جب تعلیم و تربیت کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے تو اسی وقت ہی اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لائحہ عمل پر غور و خوض شروع کر دیتا ہے علامہ محمد تصدق حسین صاحب کا تعلق ایک مذہبی، خانوادے سے ہے۔ بناء علیہ موصوف نے اپنی زندگی کو دین حنیف کی خدمت کیلئے وقف کر رکھا ہے۔

ایک اچھے عالم کے اوصاف میں تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے، مدرس ہو، مقرر ہو، مصنف ہو، بعض علماء میں کوئی ایک آدھ صفت پائی جاتی ہے مگر خوش بخت ہیں وہ علماء حق جو جملہ اوصاف علمیہ، عملیہ سے موصوف ہیں۔ اگر اس کسوٹی پر مولانا موصوف کو پرکھا جائے تو یہ تینوں صفات کا مرقع نظر آتے ہیں۔

چنانچہ آپ بیک وقت مسند تدریس کی شان بھی ہیں اور محراب و منبر کی زینت بھی اور ساتھ ساتھ قلمی آبیاری بھی فرما رہے ہیں، آپ کی متعدد نہایت علمی و تحقیقی کتابیں منصۂ شہود پر آ کر قبولیت کا ثمرہ پا چکی ہیں۔

اساتذہ کرام

سید العلماء مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی

زبدۃ العلماء شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری

فخر الاماثل حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی

(ادیب شہیر حضرت علامہ) محمد منشاء تابش قصوری

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی

بطل حریت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی

عالم نبیل حضرت علامہ فضل حنان سعیدی

مناظر اسلام حضرت علامہ عبد التواب صدیقی

بیعت وارادت:

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت خواجہ علی محمد صاحب صابری سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت کی نعمت عظمیٰ سے شادکام ہوئے۔

سعادت عمرہ شریف:

عزیزم مولانا محمد تصدق حسین دوبار بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ عمرہ کی نعمت سے باریاب ہو چکے ہیں۔

فتویٰ نویسی ومناظرہ:

موصوف نے حضرت شیخ الحدیث علامہ الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ سے فتویٰ نویسی اور مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی سے مناظرہ کی مشق کی۔ علاوہ ازیں امامِ انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی جدوجہد سے متاثر ہوکر جمعیت علماءِ پاکستان کے ساتھ سیاسی وابستگی قائم کی اور اب جمعیت کی مرکزی شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی مساعی علم وقلم کو قبولیت کی نعمت سے نوازے اور تاحیات سلسلہ خدمت دین متین جاری رکھیں۔

آمین بجاہ طہ و یس وعلی آلہ و صحبہ وبارك وسلم

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

پیش لفظ

حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کے فیض و تربیت سے صحابہ کرام ؓ نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ بعد میں ہر دور کے علماء ملت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ انہی چنیدہ افراد میں سے ایک شخصیت کا نام امام احمد رضا خاں ہے۔ فاضل بریلوی کے دور میں ہندوستان پر انگریزی تسلط تھا اور اس کی سرپرستی میں دین اسلام سے کھلواڑ جاری تھا، اسلام کی ہیئت وصورت بدل کر انگریزی اسلام لانے کی کوشش جاری تھی۔ امام احمد رضا نے ان حالات میں پرچم اسلام کی سربلندی کے لیے کام کیا، فتنوں اور بدعات کا قلع قمع کیا بلاخوف لومۃ لائم حق کی آواز بلند کی، قادیانیت کی بیخ کنی کے لیے میدان عمل میں آئے اور عشق رسالت ﷺ کی مہک سے قلوب واذہان کو تروتازہ رکھا۔ ہندو لیڈر تو اس بات پر خوش تھے کہ انگریزی تسلط کے ختم ہونے کے بعد وہ بلاشرکت غیرے ہندوستان کے حکمران ہوں گے۔ لیکن امام احمد رضا کی کوشش وکاوش ان کی خواہشات کے لیے سدراہ بنی تو انہوں نے اپنے ہمنوا کانگریسی علماء کے ذریعے فاضل بریلوی کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے تاریخ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ مسخ کیا گیا۔ بلکہ تاریخ نویسی کی بجائے تاریخ سازی کی گئی، فاضل بریلوی کے حوالے سے اس محاورہ پر خوب عمل کیا گیا ”اتنا جھوٹ بولو کہ وہ سچ تصور ہو“ ان حالات میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری، پروفیسر مسعود احمد، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے رفقاء نے تاریخ کے چہرے سے گرد صاف کی تو دنیا امام اہلسنت کی خدمات سے روشناس ہونے لگی۔ فاضل بریلوی کے حوالے سے پچھلے چند سالوں میں حوصلہ افزا کام ہوا لیکن ضرورت اس امر

کی ہے کہ وہ مسلسل دستیاب ہو۔ انہی بزرگوں کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرتے ہوئے برادر معظم مولانا محمد سلیم اعوان کے کہنے پر میں نے چند سطور تحریر کیں۔ اختصار کے باعث نہ چاہتے ہوئے بھی کافی پہلو تشنہ طلب رہے۔ فاضل بریلوی کی فقاہت اور تصوف کے حوالے سے کام کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے توسل سے توفیق مرحمت فرمائے۔ حافظ نصیر احمد نورانی، پروفیسر احمد رضا خاں، علامہ سعید احمد نعیم، علامہ مسعود احمد، علامہ ریاض احمد رضا اور علامہ عمران الحسن فاروقی نے انتہائی مفید مشوروں سے نوازا اللہ تعالیٰ انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ خالق کائنات عزوجل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان ہو۔

آمین بجاہ النبی الامین

محمد تصدق حسین عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام

علی سید الانبیاء والمرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور عزت و وجاہت سے یہود و نصاریٰ ہمیشہ خائف رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کے ساتھ دو بدو جنگ سے اکثر گریز رکھا اور منظم سازش کے ذریعے امت مسلمہ کی مرکزیت پر کاری ضرب لگائی اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اقتدار پر قبضہ کیا اور پھر مسلمانوں پر بے پناہ ظلم وتشدد کیے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے سپین میں باقاعدہ سازش کے ذریعے مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا اور بچے کھچے مسلمانوں کو بحیرہ روم کی نذر کر کے یکم اپریل فول منایا۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی انگریزی تسلط کیلئے یہی ڈرامہ رچایا گیا۔ انگریز پہلے تجارت کا بہانہ بنا کر ہندوستان میں داخل ہوا اور پھر یہاں سے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش تیار کی۔ کبھی میر جعفر اور میر صادق جیسے غدار تلاش کیے جنہوں نے مسلمان حکمرانوں کے خلاف انگریزی حمایت کا پرچم بلند کیا کبھی سرسید اور اس کے ہمنواؤں کے ذریعے جدیدیت کا نعرہ لگا کر دینی مدارس کو بند کر کے لادینی نظام تعلیم رائج کیا گیا جس کے زخم سے مسلمانان برصغیر آج بھی کراہ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کو خراب کرنے اور ان کے قلوب واذہان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت ختم کرنے کی مربوط سازش بھی تیار کی گئی جو مرزا کذاب کے جھوٹے دعویٰ نبوت پر منتج ہوئی۔ 1857ء میں انگریز نے ہندوستان کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں کو مشق ستم بنایا بالخصوص علماء زیادہ ظلم وتشدد کا نشانہ بنے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد اللہ شہید مدراسی، مولانا عنایت احمد کاکوروی جیسے نامور علماء نے انگریز کے ظلم و بربریت کے سامنے جرأت و وفا کی داستانیں رقم کیں۔

انگریز ہندوستان سے مسلم امہ کا نشان مٹانا چاہتے تھے لیکن جس سرزمین کی مٹی میں محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کی فوج کا لہو شامل تھا، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت فرید الدین گنج شکر نے جس سرزمین کو اپنے سجدوں سے آباد کیا، جس میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی جیسے شاہکار علم وفضل نے روحانی تڑپ پیدا کی اس سرزمین کو رحمت خداوندی نے یوں تباہ نہ ہونے دیا۔

خداوند قدوس نے انگریز کے تسلط کامل 1857ء سے ایک سال پہلے سرزمین ہندوستان کے خوش نصیب شہر بریلی میں امام احمد رضا خان کو پیدا کردیا جس نے اسلام دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور قوت عشق رسول ﷺ سے ہندوستان میں پرچم اسلام کو بلند رکھا۔

خاندانی حالات:

امام احمد رضا خان پٹھان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کے اجداد کا اصلی وطن قندھار تھا۔ آپ کے بزرگوں میں سب سے پہلے شجاعت جنگ سعید اللہ، نادر شاہ کے ہمراہ قندھار سے ہندوستان آئے اور شش ہزاری منصب پر فائز ہوئے۔ لاہو کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا۔ انہیں دو گاؤں بھی جاگیر میں ملے جو امام احمد رضا کے عہد شباب تک ان کی ملکیت میں تھے بعد میں امام احمد رضا کی انگریزی سامراج سے مخالفت کی پاداش میں وہ جاگیر ضبط ہوگئی۔ ﴿امام احمد رضا بریلوی صفحہ ۱۱﴾

حضرت مولانا منور حسین سیف الاسلام یوں رقم طراز ہیں:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے سب پرانے خاندانی زمین دار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے

مکانات تھے جن کا کرایہ آتا تھا۔ مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے
معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔ ﴿جہان رضا صفحہ ۱۵۳﴾

حلیہ شریف:

اللہ تعالیٰ کے ہاں آدمی کی عزت وتوقیر کا اعتبار تقویٰ وپرہیزگاری کے لحاظ سے ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم جو آدمی تقویٰ کے لحاظ سے بلند ہو وہ قابل عزت ہے شکل وصورت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں البتہ اچھی شکل وصورت سے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو علم وفضل کے ساتھ حسن و جمال سے بھی حظ وافر عطا فرمایا۔ حضرت سید جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں۔

میانہ قد سر پر ہلکا بادامی عمامہ (غالباً ٹسر کا) جسم پر عباء، داڑھی لمبی گھنی اور سفید، رنگ گندمی، جسم دوہرا مگر اس وقت دبلا، آواز رعب دار لیکن اس وقت رقت انگیز اور رقت آمیز .... یہی پیر ضعیف تھے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۲۵﴾

سید الطاف بریلوی یوں رقم طراز ہیں:

سر پر اوسط سائز کا عمامہ جس میں سے پیچھے گردن پر چھوٹی چھوٹی حنائی زلفیں نظر آتی تھیں۔ بڑی بڑی پرکشش آنکھیں، گندمی رنگ، گھنی شرعی داڑھی تھی۔ لیکن کمال یہ تھا کہ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، کبھی کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۲۵﴾

ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں:
منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ

کے مالک تھے داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔

﴿مقالات یوم رضا حصہ ۳ صفحہ ۱۷﴾

بچپن:

آپ 10 شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ ہندوستان کے صوبہ یو۔پی کے شہر بریلی کے محلہ جسولی میں بوقت ظہر پیدا ہوئے۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے۔ جد امجد نے نام احمد رضا خاں رکھا، والدہ پیار سے امّن میاں کہتی تھیں۔ محبت و الفت رسول ﷺ نس نس میں سمائی ہوئی تھی اس تعلق خاطر اور فنائیت کے باعث اپنے نام سے پہلے عبدالمصطفیٰ لکھنے کا التزام کرتے۔ بلکہ خود بطور فخر فرماتے ہیں:

تو تو ہے عبد مصطفیٰ	خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا
تیرے لیے امان ہے	تیرے لیے امان ہے

امام حسین بن صالح شافعی مکی نے دیکھا تو پکار اٹھے۔

انی لا جد نور اللہ من ھذ الجبین

کہ میں تو اس پیشانی میں نورِ خدا چمکتا ہوا دیکھتا ہوں

اور فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

علم جفر و تکسیر کے استاذ شاہ ابوالحسین نوری نے آپ کو شیخ کبیر اور اعلیٰ حضرت کے لقب سے نوازا۔

علاوہ ازیں اہل علم نے آپ کو امام اہلسنت، فاضل بریلوی، مجدد مائۃ حاضرہ اور محدث بریلوی جیسے معزز القابات سے بھی یاد فرمایا۔

آپ کی تاریخ پیدائش قرآن کریم کی اس آیت سے استخراج ہوتی ہے:

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ۱۲۷۲ھ

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

حصول تعلیم:

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی اپنے مزاج، اطوار اور ذہانت کے اعتبار سے قوی تھے۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک ختم کرلیا اور چھ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ کو ایک مجمع عام میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۴۹ء کو علوم معقول و منقول کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لیتے ہیں اور اسی روز سے آپ کو فتوی نویسی کی مسند پر بٹھا دیا جاتا ہے اور اسی روز رضاعت سے متعلقہ ایک استفتاء کا جواب تحریر کرتے ہیں۔ اسی روز سے نماز فرض ہوئی یعنی بالغ ہوئے اس روز آپ کی عمر تیرہ سال، دس ماہ اور پانچ روز تھی۔

﴿فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں صفحہ ۶۸﴾

آپ نے ابتدائی کتب مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل اپنے والد ماجد قدوۃ العلماء مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ علم ہیئت مولانا عبد العلی رامپوری سے، علم جفر و تکسیر شاہ ابوالحسین مارہروی سے اور حدیث کی سند امام حسین بن صالح امام شافعیہ (مکہ مکرمہ) سے حاصل کی۔ اس سند میں امام محمد بن اسماعیل بخاری تک صرف گیارہ واسطے ہیں۔ اس کے علاوہ سید آل رسول مارہروی، سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور شیخ عبد الرحمن سراج مفتی حنفیہ (مکہ مکرمہ) کا نام بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہے۔ حصول علم کے حوالے سے آپ کے ہم سبق مولانا احسان حسین کا یہ تذکرہ بھی قابل مطالعہ ہے

"کہ آپ نے استاذ سے کبھی چوتھائی حصہ سے زیادہ کتاب نہیں پڑھی۔

چوتھائی کتاب پڑھنے کے بعد تمام کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ ﴿سوانح امام احمد رضا﴾

ایک اہم شبہ کا ازالہ:

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے اساتذہ میں ایک نام مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمۃ کا بھی ہے جن سے آپ نے میزان و منشعب وغیرہ ابتدائی کتب پڑھیں۔ یار لوگوں نے صرف اشتراک نام اور مخالفت اعلیٰحضرت کی وجہ سے ایک مسلمان کو قادیانی بنا دیا (نعوذ باللہ من ذالك)۔

اس کا جواب شرف ملت یوں رقم فرماتے ہیں:

مرزائے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ دنیا نگر کا معزول تھانیدار تھا وہ پچپن (55) برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا جبکہ امام احمد رضا کے بچپن کے چند کتابوں کے استاذ مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ بریلی میں رہے، پھر کلکتہ چلے گئے اور بریلی سے بذریعہ استفتاء رابطہ رکھتے رہے۔ فتاوی رضویہ جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے صفحہ ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا۔

﴿البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ ۱۲۳﴾

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین بھی یہ تسلیم کریں گے کہ وہ مرزائیوں اور اسلام کے نام پر بدمذہبی پھیلانے والوں کیلئے شمشیر بے نیام تھے۔ مرزا کذاب کے جھوٹے دعوئ نبوت اور اس کے مکر وفریب سے امت مسلمہ کو آگاہ رکھنے کیلئے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے۔ چند کے نام یہ ہیں۔

۱۔ المبین ختم النبیین

۲۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۳۔ قھر الدیان علی مرتد بقادیان

۴۔ جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ

۵۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

نعت گوئی کا درخشندہ ستارہ:

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بے مثل مصنف، متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر اور صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ آپ کے مجموعہ کلام میں ایسے ٹکڑے جا بجا بکھرے پڑے ہیں جو فصاحت و بلاغت اور شگفتگی و سلاست کا بہترین مرقع ہیں۔ روزمرہ اور محاورہ کے استعمال پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے نظم و نثر میں جہاں بھی الفاظ کا چناؤ کیا اور پھر انہیں کلام کا حصہ بنایا، ایک ماہر فن ہونے کا ثبوت دیا۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شاعری میں بلند مقام حاصل تھا وہ ہر قسم کے واقعات، مناظر اور واردات کو شعر میں نہایت خوش اسلوبی سے بیان کر سکتے تھے لیکن امام اہلسنت نے شعر و شاعری کو مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ بنایا اور اشعار میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نعت گوئی بھی کی اور وہ بھی قرآن حکیم سے سیکھی۔ جیسا کہ آپ کی رباعی اس پر دال ہے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ | بے جا سے المنت للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی | یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

آپ کے فن شاعری کے حوالے سے ایک کہنہ مشق شاعر محترم اصغر حسین نظیر لدھیانوی کے ایک وقیع مقالے کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے:

غزل ہو یا نعت شعر دراصل الفاظ کی خوبی ترتیب ہی کا دوسرا نام ہے۔ شعر میں الفاظ

موقع ومحل کے مطابق ہوں اور ترتیب میں موزونیت ہو تو شعر پر لطف ہو جاتا ہے۔ الفاظ کی خوبی اور حسن ترتیب فصاحت کی محتاج ہے اور حسب موقع محل معانی آفرینی بلاغت کا نتیجہ ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں مناسب الفاظ اور الفاظ کے حسن ترتیب کا دخل ہے۔ اس لیے شاعر کے پاس الفاظ اور محاورات کا بہت بڑا ذخیرہ ہونا چاہیے جسے وہ موقع کے مطابق خوش نما اور خوش آئند اسلوب سے استعمال کر سکے۔ اس طرح اشعار میں کئی دلچسپ اور دل پسند خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور شعر سامعین کے کان کے راستے دل میں اتر جاتا ہے۔ زبان چونکہ الفاظ ہی کا مجموعہ ہے۔ مولانا احمد رضا خان کو زبان پر پوری طرح قابو حاصل ہے۔ اس لیے ان کے حافظہ میں الفاظ کا لامحدود خزانہ بھی محفوظ ہے۔ الفاظ کے بارے میں صنعتیں بے شمار ہیں لیکن اس جگہ چندان صنعتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو مولانا کے کلام میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

1۔ صنعت مراۃ النظیر:

اس صنعت کو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفین بھی کہتے ہیں۔ یعنی شعر میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معانی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں۔ جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل، سرو و قمری، باد صبا، باغباں وغیرہ کا ذکر کرنا صنعت مراۃ النظیر کہلاتا ہے۔ فاضل بریلوی کا کوئی بھی شعر اس سے خالی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

کشتی تمہی پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں ۔۔۔ آنے دو یا ڈبو دو اب تمہاری جانب

شعر میں کشتی کا ذکر آیا تو لنگر اٹھانے اور ڈبونے کی رعائتیں بھی آ گئیں۔

پھر فرماتے ہیں:

سرو گلزار قدم قامت رسول اللہ کی ۔۔۔ ہے گلِ باغ قدس رخسار زیبائے حضور

گل باغ قدس، سرو گلزار قدم، رخسار زیبا اور سرو قامت لفظی رعائتوں کا انبار لگا دیا ہے۔

بعض اشعار میں الفاظ کی تکرار سے مولانا نے مضمون کو پر لطف بنایا۔

مثال کے طور پر:

سر فدائے رہ جانِ جاں ہو گیا　　امتحان امتحاں امتحاں ہو گیا

حق شفاعت سے تیری گنہ گاروں پر　　مہرباں مہرباں مہرباں ہو گیا

بعض اشعار میں مولانا نے متضاد الفاظ سے حسن پیدا کیا ہے۔ مثلاً

مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید　　زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے　　جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

2۔ صنعت تجنیس:

وہ صنعت ہے کہ دو لفظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں مختلف۔ اگر دونوں میں ایک فعل اور دوسرا اسم ہو تو اسے صنعت تجنیس تام کہتے ہیں۔ دونوں اسم ہوں تو تام مماثل کہتے ہیں۔ مولانا کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بکثرت ہیں۔

انبیاء کو اجل آنی ہے　　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

یہ کتاب حق میں آیا طرفہ آیہ نور کا　　غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

3۔ صنعت ایہام یا توریہ:

ایہام کے معنی ہیں وہم میں ڈالنا۔ اصطلاح میں ایہام وہ صنعت ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لایا جائے جس کے معنی دو ہوں ایک قریب کے دوسرے بعید کے۔ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جائے اور شعر میں معنی بعید مراد لیے جائیں مولانا نے صنعت ایہام کے

استعمال سے اپنے اشعار کا لطف دو چند کر دیا۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ دوشالہ نور کا اور جوڑا نور کا سے یہاں بیبیاں مراد ہیں۔

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

دیس کے معنی وطن کے بھی ہیں لیکن یہاں دیس سے مراد راگ ہے۔

4۔ صنعت تلمیع:

وہ صنعت ہے کہ کوئی شعر دو یا تین زبانوں میں کہا جائے اسے صنعت ذولسانین بھی کہا جاتا ہے۔ اکثر شعراء نے اس صنعت میں دو دو زبانوں میں شعر کہے لیکن مولانا نے اس صنعت میں ایک نعت چار زبانوں یعنی اردو، ہندی، فارسی اور عربی میں کہی۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغیٰ من بیکس و طوفاں ہوشربا منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

5۔ صنعت حسن تعلیل:

وہ صنعت ہے کہ شعر میں ایک چیز کو صنعت کیلئے کسی دوسری چیز کی علت ٹھہرانا اور دراصل وہ اس کی علت نہ ہو۔ اس صنعت میں بھی مولانا نے رنگا رنگ گل کھلائے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

اس شعر میں ہلال کے خمیدہ ہونے کی جو وجہ بتائی ہے وہ تو حسن تعلیل کے ذیل میں آتی ہے۔ پھر ہلال سے ابرو کی تشبیہ اور ماہ کامل کا ہلال بننا شعر کے لطف کو دو چند کر رہے ہیں۔

6۔ صنعت تلمیح:

جسے تملیح بھی کہتے ہیں۔ وہ صنعت کہ شاعر شعر میں کسی مشہور مسئلہ یا قصے یا مثل یا کسی علمی اصطلاح کا یا قرآن مجید کی کسی آیت یا حدیث کا حوالہ دے۔ مولانا کے کلام میں علمی اور دینی اصطلاحیں، تاریخی واقعات واحادیث اور قصص قرآنی کی طرف اشارے عام پائے جاتے ہیں۔

جان ہیں جان کیا نظر آئے　　　کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں

عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا　　　طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب

انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں　　　عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

من زار تربتی و جبت له شفاعتی　　　ان پر درود جن سے نوید ان بشریٰ کی ہے

7۔ صنعت مسمّط:

وہ صنعت ہے کہ ہر شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ یہ صنعت عموماً لمبی بحر کے اشعار میں ہوتی ہے مولانا کی بحر طویل کی سب نعتوں میں یہ صنعت موجود ہے۔

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں　　　شرح والشمس و ضحیٰ کرتے ہیں

ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں　　　جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو،　　　کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو

مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو،　　　کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

8۔ صنعت واسع الشفتین:

وہ صنعت ہے کہ شعر میں ایسے لفظ لائے جائیں کہ جب ہم پڑھیں تو ہر لفظ پر لب

سے لب جدا رہے۔ ذیل کے اشعار میں آپ کو یہ صنعت کامل طور پر ملے گی۔

سید کونین سلطان جہاں ظل یزداں شاہ دیں عرش آشاں

کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جاں کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں

جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن وظاں

9۔ صنعت تنسیق الصفات:

وہ صنعت ہے کہ شعر میں کسی کا ذکر صفات متواتر سے کریں اسے صنعت تواتر بھی کہتے ہیں۔ مولانا کے کلام میں اس صنعت کے بھی بکثرت اشعار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اصالت کل، امامت کل سیادت کل امارت کل حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے

یہ شمس وقمر یہ شام وسحر یہ برگ وشجر یہ باغ وثمر یہ تیغ و سپر یہ تاج وکمر یہ حکم رواں تمہارے لیے

10۔ صنعت لف ونشر:

وہ صنعت ہے کہ شعر کے پہلے مصرع میں چند چیزوں کا ذکر کیا جائے پھر دوسرے مصرع میں ان کی مناسبت سے دوسری چند چیزوں کا ذکر ہو۔ مولانا کے کلام میں اس صنعت کے بہت سے اشعار ہیں۔ اس صنعت سے کلام میں دلکشی اور زور پیدا ہوتا ہے۔ مثال حاضر ہے۔

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی ہیں دو عدن لعل یمن مشک ختن پھول

شاخ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھول شاخ

11۔ صنعت ترصیع:

وہ صنعت ہے کہ شعر میں دوسرے مصرع کے تمام الفاظ پہلے مصرع سے ہم قافیہ ہوں۔ صنعت ترصیع سے کلام مرصع ہو جاتا ہے۔ اس صنعت میں مولانا کے بہت اشعار ہیں مثلاً فرماتے ہیں:

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا　　تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

بڑھ گئی تیری ضیا، اندھیرا عالم سے چھٹا　　کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

نظیر صاحب اپنے مقالہ کا اختتام ان الفاظ میں کرتے ہیں:

جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کو بلبل بستان حجاز، حسان الہند اور امام نعت گویاں کہنا بالکل بجا ہے اور درست ہے۔ اردو ادب میں ان کے پایہ کا نعت گو کوئی نہیں ان کے نعتیہ قصائد جن کے اقتباسات گذشتہ صفحات میں دیے گئے ہیں بے مثال ہیں انہیں حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات والا صفات سے جو بے پناہ عشق و محبت ہے اس کی پوری جھلک ان کے کلام میں موجود ہے۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۰۳﴾

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بڑے نامور شعراء گزرے لیکن زیادہ تر ان کی شاعری کا محور عشق مجازی تھا، فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا اردو شاعری اور مسلم شعراء پر احسان ہے کہ انہوں نے ایک نیا اسلوب و طریقہ اختیار کیا اور اپنی شاعری کا مرکز و محور نعت سرورِ کونین ﷺ کو منتخب کیا اس طرح وہ فن شاعری میں بھی اپنے زمانے کے امام کہلائے۔ آپ کا لکھا ہوا سلام بحضور رحمت عالم ﷺ اہل اسلام کے سینوں پر ثبت ہے، ملت اسلامیہ کا ہر شخص بچے، بوڑھے اور جوان سبھی والہانہ انداز میں جھوم جھوم کر یہ کہتے سنائی دیتے ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

فاضل بریلوی نے اپنے اس فن کے ذریعے بھی دلوں میں عشق رسول کی چاشنی پیدا کی بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ انہوں نے عالم اسلام کے قلوب سرور دوجہاں ﷺ کی طرف مبذول کر دیئے۔

فاضل بریلوی کا تبحر علمی:

امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی کی عظیم ترین علمی شخصیت ہیں، جن کے علمی جاہ و جلال، وسعتِ نظر، قوت استدلال، طرزِ استدلال، قدرت کلام، وسعت معلومات اور اصابت رائے کا ایک جہان معترف ہے، آپ علمی طور پر اس قدر فائق ہیں کہ معاصرین میں کہیں آپ کی نظیر نہیں نظر آتی، آپ انتہائی ذہین، طباع اور باریک بین مفکر تھے۔ علمی وسعت کا یہ عالم کہ پچاس کے قریب علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی اور مختلف علوم وفنون کے حوالے سے آپ کی ایک ہزار کے قریب تصانیف ہیں، آپ بیک وقت جید مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ فصاحت و بلاغت، علم کلام پر عبور، فقہی جلالت، محدثانہ شان اور کلام الٰہی سے استدلال و استنباط آپ کی تصانیف میں نمایاں اور واضح ہے۔ آپ کے نظریات و معتقدات سے کئی لوگوں کو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن آپ کے جذبہ عشق رسول اور آپ کے کلام کے سوز و گداز سے اہل علم کو کوئی اختلاف نہیں۔ آپ کی انتہائی ضخیم تصنیف فتاویٰ رضویہ ۳۴ جلدوں میں رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے انتہائی اہتمام کے ساتھ شائع کی جو آپ کے تبحر علمی پر شاہد عادل ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے صرف مسئلہ تیمم میں کئی چیزوں کا اضافہ کیا جن سے تیمم کیا جاسکتا ہے۔ علماء متقدمین نے جنس ارض کی تہتر قسمیں بیان فرمائیں، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے ان میں ایک سو سات چیزوں کا اضافہ فرمایا اور جن چیزوں سے تیمم نہیں ہوسکتا فقہاء متقدمین نے سینتالیس اشیاء کا تذکرہ کیا اور فاضل بریلوی نے ان میں تہتر چیزوں کا اضافہ کیا۔ فتاوی رضویہ کی جلد اول کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۴۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ ہزار ہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔

﴿فتاوی رضویہ طبع بمبئی جلد اص ۸۵﴾

فلسفہ میں آپ نے الکلمۃ الملھمۃ وغیرہ لکھ کر قدیم فلاسفہ کے غیر اسلامی نظریات کا ردِ بلیغ فرمایا۔ ریاضی میں بھی آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔ برصغیر کے عظیم ریاضی دان ڈاکٹر ضیاء الدین ریاضی کے ایک مسئلہ میں ایسے الجھے کہ وہ مسئلہ کے حل کے لیے جرمنی جانے کے لیے تیار ہوئے لیکن پروفیسر سید سلیمان اشرف کے کہنے پر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے وہ مسئلہ فوراً حل کر دیا۔ اس پر ڈاکٹر ضیاء الدین بے اختیار بول اٹھے "میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا"۔

نقش مربع عام طور پر لوگ دس پندرہ طریقوں سے پر کرنا جانتے ہیں لیکن امام احمد رضا نے اپنے شاگرد حضرت مولانا ظفر الدین بہاری کو گیارہ سو (۱۱۰۰) سے زائد طریقوں سے پر کرنا سکھایا اور فاضل بریلوی خود ۲۲۰۰ طریقوں سے پر کرتے تھے۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو امریکہ کے سائنسدان پروفیسر البرٹ کی ایک ہولناک پیشگوئی بانکی پور (پٹنہ بھارت) کے ایک اخبار میں شائع ہوئی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، زحل اور نیچون قِران میں ہوں گے۔ سورج ان چھ سیاروں کے مقابل آجائے گا وہ سورج کو اپنی مشترکہ قوت سے کھینچیں گے اور ان کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کر دیں گی۔ سورج کا وہ داغ کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا، جس کے نتیجے میں دنیا بہت بڑی تباہی سے دوچار ہوگی۔ اس دہشت ناک پیشین گوئی سے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی۔ جب یہ خبر اعلیٰ حضرت تک پہنچی تو آپ کی طرف سے ایک تفصیلی بیان اخبارات میں شائع ہوا جس میں آپ نے زائچے بنا کر ثابت کیا کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء ان ستاروں کا قِران نہیں ہوگا۔ آپ نے اعلان فرمایا:

"اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو، ۱۷ دسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیش گوئی کا خوف نہ کرو۔ البرٹ کی پیش گوئی ایک باطل وہم سے زیادہ کوئی

حیثیت نہیں رکھتی"۔

علم جفر و تکسیر میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ نواب رامپور کی اہلیہ بیمار ہوئی تو اس نے مولانا ہدایت رسول رامپوری کے ذریعے سے بیماری کا انجام پوچھا تو آپ نے لکھ دیا: اگر رفض سے توبہ نہ کی تو اس ماہ محرم میں فوت ہو جائے گی۔

نواب بیگم کو رفض سے منع نہ کر سکا اور محرم میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

دنیا کے انجام کے بارے میں آپ نے فرمایا:

بعض علوم کے ذریعے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں گے ﴿ملفوظات حصہ اول﴾

علم الاعداد وغیرہ کی مہارت کا یہ عالم ہے کہ آپ کی تصانیف کے نام کو جب حروف ابجد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو نام ہی سے تصنیف کا سن تاریخ اخذ ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ خوبی بھی ہے ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی سجع کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہر نام اسم با مسمیٰ ہوتا ہے یعنی نام سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ اس تصنیف کا موضوع کیا ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ و سائنس میں کسی کے نظریات کے پیروکار نہ تھے بلکہ ان نظریات کو قرآن و سنت کی روشنی میں پرکھتے، جو نظریہ اس معیار پر پورا نہ اترتا اسے رد کر دیتے، مثلاً قدیم سائنسدان خلا کو محال مانتے تھے، اسی طرح ان کے نزدیک ایٹم کا ٹوٹنا بھی ناممکن تھا لیکن فاضل بریلوی نے مضبوط دلائل سے ان کا رد کیا اور ایٹم کا ٹوٹنا قرآنی آیت "وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ" کی رو سے ممکن ثابت کیا۔

اس کے علاوہ بھی کئی مسائل جیسے پانی میں رنگ ہے یا نہیں؟ پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ؟ شعاع کی جنس، شعاعیں جتنے زاویے پر جاتی ہیں اتنے پر ہی پلٹتی ہیں۔ پانی میں مسام ہیں یا نہیں؟

پر اپنی تحقیق پیش کر کے اپنی علمی صلاحیت کا لوہا منوایا: ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی نکات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر چند اصحاب علم و فکر کے تاثرات نقل کیے جاتے ہیں۔ جن سے امام احمد رضا خاں کے علمی مقام اور فضل و کمال کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا:

وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بلند تھا، ان کے فتاوی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔

ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محی الدین الوائی اہل حدیث جامعہ ازہر لکھتے ہیں:

پرانا مقولہ ہے کہ فرد واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں، تحقیقات علمیہ، اور نازک خیالی لیکن مولانا احمد رضا خان نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کر کے دکھا دیا۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔

ڈاکٹر حامد علی خاں۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ انڈیا لکھتے ہیں:

امام احمد رضا خان نہایت بلند مرتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک وشبہ اپنے عہد کے لاثانی صاحب تصنیف وتالیف تھے۔ آپ کی زود نویسی، برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں بہ اسلوب احسن انجام دے کر فضلائے وقت کو انگشت بدنداں کر دیا۔ ﴿البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ ۱۸۸﴾

جناب شفیق بریلوی یوں رقم طراز ہیں: رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ صفت بزرگ تھے۔ عرب وعجم ہر جگہ ان کے علم وفضل، ان کی ذہانت اور نکتہ رسی کی غیر معمولی انداز سے تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر، احادیث نبویہ کی تشریح اور فقہی مسائل کی شرح وبیان میں وہ بلند درجہ پر فائز تھے۔ وہ ایک جید عالم دین اور بڑے نکتہ رس فقیہ ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ نعت گو شاعر بھی تھے۔ ان کو فن اور زبان پر پوری پوری قدرت حاصل تھی۔ وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیں قرآن وحدیث کی تفسیر و ترجمہ ہیں۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۷۲﴾

سید شان الحق حقی لکھتے ہیں:

بہترین ادبی تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے۔

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض

شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی شخص

﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۹۳﴾

پروفیسر سید علی عباس جلالپوری ایم۔اے فلسفہ، فارسی گولڈ میڈلسٹ لکھتے ہیں:

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں۔ جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل نہیں گرمائی جاسکتی۔ ان کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔ ایک دن داغ دہلوی کے سامنے کسی شخص نے حضرت شاہ احمد رضا خان کی ایک نعت کا شعر پڑھا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مرزا داغ پھڑک اٹھے اور کہا:

”ہیں! ایک مولوی اور ایسا شعر! واہ! واہ!

آپ کی اکثر نعتیں ہماری علمی و ادبی میراث کا بیش قیمت حصہ بن چکی ہیں۔

﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۰۹﴾

حکیم مظفر عزیز مدیر اعلیٰ ماہنامہ نوید بہار لاہور یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

میرے نزدیک مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اردو نعت گوئی کی تاریخ کا سب سے روشن ستارا ہے۔ انہوں نے اپنے اس ایک شعر میں،

ایک طویل نعتیہ قصیدہ، نہایت بلاغت واختصار کے ساتھ اس طرح کہہ دیا ہے کہ اس سے بہتر کا تصور بھی ناممکن نظر آتا ہے۔

﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۸۵﴾

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان ملک پاکستان کے عظیم سائنسدان ہیں وہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔

اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی با صلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جن کی تصنیفات، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔ امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول ﷺ سے لبریز تھی آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم ﷺ سے وفا شعاری کا نشان مجسم تھی۔

﴿فتاوی رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۹﴾

حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے علم حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی

روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت از بر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰحضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔ ﴿مقالات یوم رضا جلد ۱ صفحہ ۴۱﴾

حکیم محمد سعید دہلوی چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ پاکستان لکھتے ہیں:

میرے نزدیک ان کے فتاوی کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر فقہی جزئیات کے مجموعہ ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں، میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کیلئے قدیم فقہاء جملہ علوم ورسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاوی میں موجود ہے۔

حکیم محمد سعید ایک زیرک اور ماہر طبیب تھے، علم طب کے حوالے سے ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ فتاوی رضویہ کے مطالعہ کے بعد وہ علم طب میں امام احمد رضا کی مہارت و عظمت کا تذکرہ کچھ اس طرح کرتے ہیں:

فاضل بریلوی کے فتاوی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کیلئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اس لیے ان کے فتاوی میں بہت سے

علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔ ﴿معارف رضا کراچی ۱۹۸۹ء صفحہ ۹۰ تا ۱۰۰﴾

شاہ معین الدین ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان مرحوم صاحب علم و نظر مصنفین میں سے تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی، مولانا نے جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں، اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ، مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔ ﴿البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۲۰۲﴾

مولانا قاضی عبد الدائم دائم ایڈیٹر ماہنامہ جام عرفان ہری پور نے فتاویٰ رضویہ کے خطبہ پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا۔ اس سے اعلیٰحضرت امام احمد رضا کی علمی ثقاہت، عربی ادب اور قدرت کلام پر عبور واضح ہوتا ہے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں:

مسجع الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفیٰ جملوں کی ایسی مالائیں آپکے منظوم و منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ از بس دشوار ہے، تاہم ان میں سے سب سے زیادہ حیرت انگیز ''فتاوی رضویہ'' کا عربی خطبہ ہے۔ جو بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شاہکار ہے۔ دلکش اشارات،

روشن تلمیحات ، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات ومناسبات یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ و اہلبیت کی مدح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلبیت پر درود وسلام یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئیں ہیں، یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسمائے گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود وسلام کی ڈالیاں تیار ہوگئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعت استہلال ورعایت سجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست وروانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔ نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم

﴿فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۱۱﴾

مشاہیر کی آراء کا تذکرہ ہوا، ان میں بعض امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مسلک سے جدا نظریات وافکار کے حامل ہیں، لیکن انہوں نے بھی دل کھول کر فاضل بریلوی کی مختلف ضیاء بار جہات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ عقیدت ووارفتگی اور غلو اور مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے معاصرین سے علم وفضل، تحقیق وتدقیق اور تصنیف وتالیف الغرض ہر میدان میں فائق تھے، اسی لیے اس زمانے کے کثیر علماء عرب وعجم نے آپ کو ''مجدد مائۃ حاضرہ'' کے لقب سے نوازا۔ انہیں اس کا ادراک

تھا کہ اس حیثیت کے حقدار امام احمد رضا فاضل بریلوی ہی ہیں۔

عاشق رسول ﷺ:

سرزمین ہندوستان کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ کشتہ عشق مصطفیٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے ایک ایسے وفا شعار محب صادق تھے کہ انہوں نے سرور دو جہاں ﷺ کے عشق و محبت کو سرمایہ حیات سمجھا اور زندگی کا لمحہ لمحہ یاد محبوب میں قربان کر دیا۔ فاضل بریلوی کا جذبہ عشق رسول ﷺ ایسی جانی پہچانی حقیقت ہے کہ ایک جہان اس حقیقت کا معترف ہے۔ فاضل بریلوی کے حوالے سے سارے جہان میں دھوم تھی کہ سرزمین بریلی عشق و عرفان کی راجدھانی ہے۔ وہاں عشق و محبت کے ایسے سوتے ہیں جن کے آب زلال سے روح ایمان تر و تازہ اور گلشن دین سر سبز و شاداب رہتا ہے اور جس کے شاداب گلوں کی خوشبو و رعنائی دل و جان کو یاد محبوب سے سیراب رکھتی ہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور رحمت عالم ﷺ کے عشق و وارفتگی کو ہی اصل الاصول قرار دیا۔ فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز ۔۔۔ وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے ۔۔۔ اور حفظِ جاں تو جان فرائض غرر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ۔۔۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

فاضل بریلوی کے عشق رسول کے وجد و شوق اور ذوق فدائیت کا عالم یہ ہے کہ جو سر رسول معظم ﷺ کی بارگاہ میں قربان ہونے سے عاری ہے اور جس دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی یادوں کے چراغ نہیں آپ کے ہاں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا ۔۔۔ سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

عشق و مستی کی کیفیت میں داغ دل جب مہر نیم روز کی طرح چمک اٹھا تو اس کی شعاعوں کو ہیرے جواہرات سے زیادہ اہمیت مل گئی اور اس درد محبت پر فخر سے بے تابی شوق

میں یوں پکار اٹھتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا　　جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

عشق رسول آپ کی زندگی کا ماحصل ہے، جس کا اعتراف اپنوں بیگانوں سبھی کو ہے۔ سرشاری و وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ آپ کا دل عشق الٰہی اور محبت الٰہی کے شعلہ سوزاں میں تپ کر کندن اور فیضان الٰہی کا مخزن ہو گیا تھا۔ فرماتے ہیں:

بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ نقش ہوگا۔

فاضل بریلوی نے داغ ہائے عشق احمدی کی تجلیات سے ساری زندگی اپنے قلب و نظر کو روشن و منور رکھا۔ اپنے متعلقین و ورثاء کو بھی اس سوغات کی حفاظت کی تلقین اس طرح فرمائی:

حضور اقدس ﷺ اللہ رب العزت عزوجل کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے، صحابہ کرام سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے یہ کہتے ہیں کہ یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو تو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ، معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

﴿وصایا شریف اعلیٰحضرت صفحہ ۱۹﴾

بریلی شریف میں جو محبت رسول ﷺ کا گلستان کھلا ہوا تھا، جہاں عشق نبی کے گلاب مہکتے تھے، مدحت رسول کے گلدستے سجائے جاتے تھے، فاضل بریلوی ان کے سرخیل تھے، ان کے وجود مسعود سے عشق و وارفتگی رسول اللہ ﷺ کی خوشبو آتی تھی۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو مخاطب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ان شاء اللہ العزیز ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا، سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔

میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افترا کرتے، برا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں۔

میں چھاپ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آباء کریم کی آبروئیں عزت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے سپر رہیں۔ اللّٰھم آمین۔

﴿فتاوی رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۸۸﴾

اس عبارت کے ہر جملہ سے غیرت عشق نمودار ہے کہ فاضل بریلوی نے کس طرح اپنے آپ کو عشق رسول میں فنا کر لیا تھا۔ اس عبارت میں جذب و مستی، سرشاری و وارفتگی نیاز کیشی و ذوق فدائیت اپنے پورے شباب پر ہے۔

فاضل بریلوی نے اپنے پاس حاضر ہونے والے اصحاب علم و فضل اور میکدہ عشق و عرفان کے میکشوں کے اندر بھی بادہ عشق رسول کی حرارت اس طرح منتقل کی کہ ان کی روح بھی تروتازہ ہوگئی۔ ان کے سینے بھی محبت رسول کی لذت و چاشنی سے آشنا ہو گئے، حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید

محمد صاحب کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ ان کے فضل وکمال کا خطبہ آپ کی زندگی کیلئے روح کا مقام رکھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا:

سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مرادآباد میں نصیب ہوئی۔ بلکہ وہ ایوان جو مدار نجات ہے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں۔ اسی لیے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو میں اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔

﴿حیات اعلیٰ حضرت جلد ۳ صفحہ ۲۷۴﴾

جذبہ عشق و محبت ہی حاصل زندگی ہے، یہ نہ ہو تو حیات کا لمحہ لمحہ بے کیف و بے سرور، حتیٰ کہ طاعت و عبادت بھی سوز و گداز سے خالی ہی رہتی ہے۔ لیکن فاضل بریلوی نے تو نبض حیات ڈوبنے کے بعد بھی اپنے نگار خانہ دل میں محبت مصطفیٰ کی ایسی روشن اور تابندہ شمع فروزاں کر رکھی ہے کہ اس عاشق صادق پر عشق کی رعنائیاں بھی قربان ہو رہی ہیں۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے　　اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، امام عاشقاں حضرت فاضل بریلوی نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شمع فروزاں کی کہ دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگا، روح وجد کرنے لگی، سرزمینِ ہندوستان میں عشق مصطفیٰ کے پرچم لہرانے لگے، اصحاب علم وفکر کے تاثرات بھی

ملاحظہ کیجیے، جنہوں نے امام احمد رضا خاں کے عشق رسول ﷺ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں:

میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خاک پا کے برابر بھی نہیں کیوں کہ فقیر کے عقیدہ میں مذہب کی بنیاد عشق رسول ﷺ پر ہے اور عشق رسول کی بنیاد ادب پر ہے، مولانا بریلوی کو ذاتِ رسول سے بے پناہ عشق تھا۔

﴿مراۃ العاشقین صفحہ ۳۰۱﴾

حضرت مفتی سید حامد جلالی دہلوی تحریر کرتے ہیں:

وہ (امام احمد رضا) فنا فی عشق رسول کریم ﷺ تھے۔ اپنے محبوب کی شان میں ادنی گستاخی بھی برداشت نہ کرسکتے تھے۔ اگر ان کے عشق کے سمندر کا ایک قطرہ بھی ہمیں میسر ہوتا تو ہم اسے عین حقیقت اور الفت و مودت کہتے۔

﴿فاضل بریلوی اور ترک موالات صفحہ ۱۷﴾

اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی یوں گویا ہوئے:

نعت گوئی کیلئے حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات سے بے پناہ عشق کی ضرورت ہے شعر کا حسن و اثر اسی عشق سے پیدا ہوتا ہے۔ مولانا (احمد رضا بریلوی) کے کلام میں حضور ﷺ کے عشق کا سمندر متلاطم ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا عاشق رسول تھے اسی لیے ان کی نعتیں محبت رسول ﷺ کے چھلکتے جام ہیں۔ ﴿جہان رضا صفحہ ۲۳﴾

میاں عبد الرشید مرحوم کالم نگار نوائے وقت اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی براعظم پاک و ہند کی چوٹی کی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجے کی قابلیت عطا فرمائی

تھی۔آپ اپنے زہد وتقوی کی وجہ سے سب کی نظروں میں محترم تھے۔علم آپ کا بحر ذخار کی مانند تھا۔بالخصوص فقہ کی باریکیوں پر آپ پوری طرح حاوی تھے۔آپ کی خاص خوبی جناب رسالت مآب ﷺ سے آپ کا پرجوش عشق ہے۔نہ صرف آپ خود اس دولت سے مالا مال تھے بلکہ آپ نے اس براعظم اور اس سے باہر کے لاکھوں اشخاص کے سینوں میں عشق رسول پاک ﷺ کی جوت جگائی۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۵۸﴾

مشہور ادیب ونقاد نیاز فتح پوری اپنا تجزیہ یوں بیان کرتے ہیں:

میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے،ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔ ﴿ترجمان اہل سنت کراچی نومبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۸﴾

ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا بریلوی کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل وکمالات سے بڑھ کر ہے وہ ہے عشق رسول ﷺ۔ان کی تصنیفات وتالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حب رسول ﷺ ہے۔ترجمہ قرآن کریم ہو یا تشریح احادیث یا فقہ کی باریک بینی ہو یا شریعت وطریقت کی بحث یا نعتیہ شاعری،ہر جگہ عشق رسول ﷺ کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

﴿معارف رضا جلد چہارم صفحہ ۴۷﴾

جناب محمد ایوب ڈپٹی سیکرٹری منسٹری آف فنانس اسلام آباد لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کے فضائل وشمائل کی جانب جب توجہ مبذول ہوتی ہے تو سر فہرست انکا جذبہ عشق رسالت ﷺ نظر آتا ہے،راقم کے نزدیک اعلیٰ

حضرت کی گونا گوں خوبیاں بلندی معراج و مراتب اور تیزی فہم و فراست صرف ایک اسی جذبہ کے انعامات ہیں۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۷۹﴾

ڈاکٹر فرمان فتح پوری یوں اظہار عقیدت کرتے ہیں:

جس طرح ان کے جسم کا رواں رواں آنحضرت ﷺ کی محبت سے سرشار ہے، اسی طرح ان کی نعتیہ شاعری کا ایک ایک لفظ عشق رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے گہرے جذباتی لگاؤ کا مظہر ہے۔

﴿جہانِ رضا صفحہ ۲۰۳﴾

مولانا مودودی کے نائب ملک غلام علی لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں، ان کی بعض تصانیف اور فتاوی کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا اور رسول ﷺ تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ ﴿ہفت روزہ شباب صفحہ ۱۲۴، ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء﴾

عشق رسالت مآب ﷺ کی دولت ایسی چیز ہے کہ اس کے لیے محض فضل خداوندی درکار ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے عشق رسول ﷺ حاصل ہوتا ہے۔ فکر سلیم اور ذوق و جستجو رکھنے والے صاحبان علم اس بات کے معترف ہیں کہ فاضل بریلوی حضور رحمت عالم ﷺ کی محبت والفت سے سرشار ہیں۔ فاضل بریلوی کا قلب مبارک خاص فضل الٰہی اور انعام ربانی کا حامل تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر عشق کی جوت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

محبت کیلئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

پیکر عجز وانکسار:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کردار و عمل اور حسن اخلاق کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھے۔ نبی کریم ﷺ کی اتباع اور سنت رسول کریم ﷺ کا نشانِ مجسم تھے۔ آپ نے ہمیشہ تواضع اور انکسار کے ساتھ زندگی بسر کی۔ کثرت علم و فضل کے باوجود کبھی نخوت و تکبر کو پاس بھی نہ آنے دیا۔ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

> جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ اک مرتبہ پیلی بھیت حضرت مولانا مولوی وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور (فاضل بریلوی) نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھادی۔
>
> ارشاد فرمایا یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ جتنی دیر وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔ ﴿حیات اعلیٰ حضرت جلد ۱ صفحہ ۱۵۰﴾

حضرت مولانا منور حسین سیف الاسلام آپ کے معمولات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کھانا کھلانے والی بڑی بی سے میں نے اپنی تعلیم کے زمانہ رہائش میں ان کے کھانے کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگیں۔ جی حالت یہ تھی کہ بس لکھنے پڑھنے میں اس درجہ مصروف رہتے تھے کہ میں اندر سے گرم روٹی یا تازہ روٹی لائی، کبھی ایسا بھی ہوا کہ میں فقط روٹی لائی اور سالن لینے چلی گئی تو دیکھا کہ روکھی ہی کھا رہے ہیں۔ کبھی میں سالن پہلے

رکھ گئی اور روٹی لے کر آئی تو دیکھا کہ سالن کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا حضرت آپ نے سالن بے روٹی اور بے روٹی کے سالن کھا کر مجھ کو تو حیرت میں ڈال دیا ہے تو فرماتے دونوں چیزیں خود مل جاتی ہیں ایک چیز جو بہت ملاحظے کے قابل ہے وہ یہ ہے تمام خوش حالوں اور امیروں کے یہاں کھانا سینی یا بڑے طباق میں باقاعدہ سرپوش سے ڈھکا ہوا لایا جاتا ہے اور کئی کئی کھانے اپنے ہوتے ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے سنت کی پابندی کی خاطر یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کسی قسم کا تکلف، بناوٹ یا کھانوں کی کثرت نہیں تھی۔ گویا مسلمانوں میں سنت کی پابندی کی خاطر یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ چونکہ ان کا کمرہ سڑک کی جانب تھا شاید ایک کھڑکی بھی سڑک کی جانب تھی اگر کواڑ کھول دیا جاتا تو لوہے کی سلاخوں میں سے نظر آتا تھا اگر کسی غریب یا فقیر کو دیکھتے تو کھانا اسی کو دے دیا کرتے تھے اور اس کے لیے مکان سے کافی کھانا منگا دیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کا لباس بھی نرالا تھا۔ انگرکھا یا فقط کرتا اور صافا یا ٹوپی مگر بالکل معمولی کپڑے کی، اس قدر سادہ ہوتا تھا کہ آدمی جولاہا سڑک پر جا رہا تھا، حضرت مسجد سے مکان کو آرہے تھے یا مکان سے مسجد کو تشریف لا رہے تھے تو اس نے کہا شیخ جی آج بازار میں سوت کیا بھاؤ ہے؟ تو بہت عاجزی سے کہا کہ آج میں بازار نہیں گیا ہوں۔ یہ سادگی اتنی بڑی امیری کے بعد فروتنی۔ لباس ایسا معمولی کہ نہ تو کوئی ان کو بڑا عالم سمجھ سکتا نہ رئیس۔ بھائی میں نے تو تبلیغ کے لیے پندرہ سال بفضلہ تعالیٰ پورے ہندوستان کی گشت کی۔ بڑے بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی مگر ایسی انکساری کہیں نہیں دیکھی۔

(جہان رضا صفحہ ۱۵۶)

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ظفرالدین ایک جگہ لکھتے ہیں:

اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا۔ کسی وہابی نے اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید نے جو نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے۔ اس خط کو اٹھایا اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا تھا۔ واقعی یا فرضی۔ وہ اُن صاحب کے اطراف کے تھے تو اس لیے ان کو اور بھی زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد گھر تشریف لے جانے لگے۔ حضرت کو روک کر کہا:

اس وقت جو خط میں نے پڑھا جسے مولانا ظفرالدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کے چھوڑ دیا تھا۔ کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تا کہ دوسروں کے لیے ذریعہ عبرت و نصیحت ہو ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ:

تشریف رکھیے اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط ہاتھ میں لیے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھیے۔

ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط تھے۔ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کو پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خطوط آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ زمانے سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر

جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام و اکرام، جاگیر و عنایات سے مالا مال کر دیجیے۔ پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجیے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی کہ ایسا کرنا تو وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچائیے۔ کل امرئ بما کسب رھین ﴿حیات اعلیٰ حضرت جلد اصفحہ ۱۶۵﴾

سید جعفر شاہ پھلواری نے جو کلمات اعلیٰحضرت سے سنے وہ کچھ اس طرح ہیں:

بیعت کے بعد اس ضعیف مرد (مولانا احمد رضا خاں) نے اپنی نحیف مگر درد و اثر بھری آواز میں چند وداعی کلمات کچھ اس طرح کہے:

میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہنچا دو اور میں نے کسی کا کوئی قصور کیا ہو تو میں اس سے بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کیلئے معاف کر دو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۲۴﴾

زہد و تقویٰ، حسن اخلاق اور عجز و انکسار میں اسوہ کامل کی پیروی کا عملی نمونہ سیرت اعلیٰ حضرت میں آپ کو بخوبی نظر آئے گا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کو ترجیح دی۔ مخالفتوں کی یلغار بھی آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ لا سکی۔ بلا خوف لومۃ لائم انہوں نے اپنا ہر قدم اٹھایا۔ عداوت و نفرت اور سب و شتم کے طوفان میں آپ ہنستے مسکراتے نظر آئے اور آپ کی جبینِ استقلال پر کوئی شکن نہ پڑی۔ گالیاں لکھی جاتیں تو آپ دعا ہی دیتے کہ یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے اور آپ سچے متبع سنت ہیں۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالا اور امت مسلمہ کو بھی ہمیشہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا۔

سفر آخرت کے مناظر :

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے اپنی زندگی کو دین اسلام کی خدمت کیلئے وقف رکھا اور نبی کریم ﷺ کی محبت و الفت کا درس دیتے رہے، آپ ہمیشہ اتباع سنت کی تلقین فرماتے اور خود ساری زندگی قرآن و سنت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی محبت میں گزاری۔

سید الطاف بریلوی اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

کثرت عبادت و ریاضت اور تحقیق علمی میں بے پناہ مصروفیت اور کسی قسم کی سیر و تفریح یا ورزش جسمانی سے عدم توجہی کے باعث نامعلوم وہ کب سے ضعیف العمر نظر آتے۔ دولت خانے کے قریب یعنی اپنی مسجد میں پانچوں وقت نماز باجماعت کیلئے تشریف لاتے تو ان کی آہستہ خرامی دیدنی ہوتی۔

زندگی کے آخری ایام میں عموماً علالت اور قویٰ کی کمزوری کے باعث اعمال میں ضعف اور سستی در آتی ہے اور پابندی اوقات میں فرق آجاتا ہے۔ مگر مقربین بارگاہ خداوندی اس عالم میں بھی اتباع شریعت کا خیال رکھتے ہیں۔

حضرت سید جعفر شاہ پھلواری جنہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے کئی وجوہ سے اختلاف بھی تھا۔ اپنی ملاقات کا احوال بیان کرتے ہیں۔ ان کی ملاقات بھی ارادہ و عزم کے ساتھ نہ تھی بلکہ دیر ہو جانے کی وجہ سے انہیں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں جمعہ کیلئے جانا پڑا لکھتے ہیں:

ہم لوگ اطمینان سے وضو کر کے روانہ ہوئے اور ایک مسجد میں پہنچ کر دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ مسجد بڑی جلدی پر ہوگئی۔ ذرا دیر کے بعد دیکھا کہ ساری مسجد کے لوگ کھڑے ہو گئے اور فضا درود کی آواز سے گونج اٹھی۔ دیکھا کہ ایک کرسی پر ایک بزرگ جلوہ افروز ہیں اور چند آدمی کرسی کو اٹھائے چلے

آرہے ہیں۔ اگلی صف میں ایک ضعیف اور بیمار آدمی آکر بیٹھ گیا۔ اذان ہوئی خطبہ ہوا اور نماز کیلئے وہ بیمار کھڑا ہوا تو اپنے ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ اپنا عصا پکڑے ہوئے تھا۔ سجدہ ہوتا تو عصا زمین پر رکھ دیتا اور قیام کے وقت پھر عصا سنبھال لیتا۔ نماز ہوئی۔ سنتیں ہوئیں تو دیکھا کہ ایک بڑا گاؤ تکیہ اسی مسجد میں لاکر رکھدیا گیا جس سے ٹیک لگا کر وہ بیمار نیم دراز ہو گیا۔ یہی پیر ضعیف تھے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿جہان رضا صفحہ ۱۲۴﴾

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کا رمضان شریف مئی و جون میں آیا۔ ضعف و نقاہت کے سبب روزہ رکھنا مشکل اور استطاعت سے باہر تھا۔ اس عالم میں شرعی رخصت بھی تھی مگر اتباع شریعت کا یہ عالم کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے عزیمت پر ہی عمل فرمایا اور خود ہی یہ صورت نکالی کہ کوہ بھوالی ضلع نینی تال میں چونکہ اس وقت بھی سردی ہے اور وہاں جا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے اس لیے بوجہ استطاعت میرے اوپر روزہ فرض ہے۔ پھر وہاں جا کر آپ نے روزہ رکھ کر رمضان المبارک کے ایام گزارے۔ ۳ رمضان المبارک کو آپ نے اپنے قلم سے اپنی تاریخ وصال اس آیت کریمہ سے نکالی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ

۱۳۴۰ھ

جب آپ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں جتنی بھی تصاویر والی اشیاء ہیں مثلاً کارڈ، لفافہ، روپیہ پیسہ وغیرہ سب باہر کرو۔ اپنے فرزند اکبر حضرت مولانا حامد رضا خان سے کہا وضو کر کے قرآن حکیم لاؤ۔ ابھی وہ حاضر نہ ہو سکے تھے کہ خلف اصغر مولانا مصطفیٰ رضا خان سے فرمایا کہ سورہ یٰس اور سورہ رعد کی تلاوت کرو۔ حسب الحکم دونوں

سورتیں تلاوت کی گئیں۔

سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے وہ آپ نے معمول سے زیادہ پڑھیں۔ جمعہ کا مقدس دن تھا۔ جمعہ کی نماز کیلئے مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب اس نے حی علی الفلاح کی آواز دی۔ ادھر آپ نے کلمہ طیبہ لا اله الله محمد رسول الله پڑھا۔ چہرہ پر ایک لمعہ نور چمکا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا لله و انا الیه راجعون۔

سید الطاف بریلوی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے متعلق لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب کا وصال میرے سامنے ہوا اور میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلہ سوداگراں سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلے پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عید گاہ جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے، لے جائی گئی۔ اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا جس میں ہر طبقے کے لوگ، بڑے بڑے رؤسا اور شہر کوتوالی عبدالجلیل صاحب بھی شامل تھے۔ اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا اور گھر گھر صف ماتم بچھی ہوئی تھی جہاں تک مجھے یاد ہے درمیان عصر و مغرب حضرت کو محلہ سوداگراں کی مسجد سے متصل ایک شمال رویہ قطعہ اراضی پر سپرد خاک کیا گیا۔ بعد کو اسی جگہ آپ کا مقبرہ تعمیر ہوا۔

﴿جہان رضا صفحہ ۱۳۳﴾

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ان کی عبقری شخصیت، علمی مقام، فقہی جلالت اور قرآن وسنت کے ساتھ تمسک کے حوالے سے اپنوں اور غیروں نے خراجِ تحسین پیش کیا لیکن اس جگہ ان حوالہ جات کا ذکر ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ غیروں کی نظر

میں امام اہل سنت کا مقام و مرتبہ اور قدر و اہمیت کیا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو سکے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا جو علم و فضل اور عشق رسالت کا مرتبہ بیان کیا جاتا ہے وہ محض عقیدت، جذباتی وابستگی اور مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ایک کھلی حقیقت ہے۔

حضرت مولانا حبیب رضا خان لکھتے ہیں:

اس کے راوی سید مدنی میاں صاحب مرحوم ہیں یہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ وصال میں مراد آباد میں ہیڈ کانسٹیبل تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کا تار جب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب کے نام مراد آباد پہنچا تو آپ نے فوراً طلبہ کے ایک گروہ کو مامور کیا وہ شہر میں اعلان کر دے "اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آج نماز جمعہ کے بعد وصال فرمایا۔ کل دفن ہوں گے جو صاحب شریک ہونا چاہیں وہ بریلی چلیں۔

طلباء کا یہ گروہ جب اعلان کرتا ہوا شاہی مسجد مراد آباد کے قریب پہنچا تو نماز مغرب ہو چکی تھی سید صاحب کا ارشاد ہے کہ میں تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور قریب ہی ایک صاحب جو عقیدے کے لحاظ سے سخت وہابی اور مدرسہ میں صدر مدرس تھے، اپنے معتقدین میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اعلان کی آواز سن کر انہوں نے ایک طالب علم سے کہا دیکھو بازار میں کیا اعلان ہو رہا ہے۔ طالب علم گیا اور واپس آکر اس نے خوشی کے لب و لہجہ میں کہا "خان صاحب بریلی ختم ہو گئے"۔

اس پر وہ وہابی مولوی برافروختہ ہو گئے انہوں نے کہا! یہ مسلمان کے خوش ہونے کی بات ہے یا خون کے آنسو رونے کی بات ہے۔ مولانا احمد رضا سے ہماری مخالفت اپنی جگہ ہے مگر ہمیں ان کی ذات پر بڑا ناز تھا۔ غیر

مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر سے یہ کہہ سکتے تھے کہ:

دنیا بھر کے علوم اگر ایک ذات میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ دیکھ لو! ہم میں ایک ایسی شخصیت مولوی احمد رضا خان کی موجود ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی ہے۔ ہائے افسوس! کہ آج ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ فخر بھی ختم ہو گیا۔

﴿ماہنامہ نوری کرن جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۹﴾

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے "مولوی صاحب! (اور یہ مولوی صاحب! انکا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتوؤں کے سبب ہو جائے گی" اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ احمد رضا خان! تمہیں ہمارے رسول ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا۔ تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول ﷺ کی ہے تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

کم و بیش اسی انداز کا ایک اور واقعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی سے میں نے سنا۔ فرمایا:

جب حضرت مولانا احمد رضا خان کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اس کی اطلاع کی، مولانا تھانوی نے بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے، جب دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے

پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں، فرمایا (اور یہی بات سمجھنے کی ہے) کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔ ﴿امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت صفحہ ۴ تا ۵﴾

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ فتویٰ قرآن وحدیث اور ائمہ اسلام کے ارشادات کی روشنی میں صادر کیا۔ یہ فتویٰ علماء دیوبند سے ذاتی مخاصمت کی بنا پر نہیں بلکہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر دیا تھا۔ مولوی مرتضی حسن در بھنگی ناظم تعلیمات شعبہ تبلیغ دار العلوم دیوبند اس فتویٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر (مولانا احمد رضا) خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ہی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔

﴿اشد العذاب صفحہ ۱۴﴾

مولانا کوثر نیازی اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان (علماء دیوبند) کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابل اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر انہیں فتووں کا نشانہ بنایا۔ دیکھا جائے تو یہی فتویٰ امام بریلوی اور ان کے مکتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہے، جس تشدد کی دہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے۔ ﴿امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت صفحہ ۴﴾

ماہر معاشیات:

کسی بھی ملک یا قوم کی ترقی اور جاہ وجلال کیلئے معیشت ریڑھ کی ہڈی جیسی اہمیت رکھتی ہے۔ جس قوم کی معاشی حالت جتنی مضبوط ہو، اقوام عالم میں اس کی سیاسی حیثیت اتنی ہی مضبوط ہوگی ۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے بھی بھرپور رہنمائی کی اور ملت اسلامیہ کو اس میدان میں رہنما اصول فراہم کیے۔

۱۹۱۲ء میں آپ نے ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' تصنیف فرما کر شائع کروائی جس میں مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے آپ نے چار نکاتی فارمولہ پیش کیا۔

۱۔ ان چند امور کو چھوڑ کر جن میں حکومت کی دست اندازی ہو مسلمان اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیں، اپنے سب مقدمات کا فیصلہ خود کریں۔ تا کہ کروڑوں روپے جو اسٹام و وکالت میں ضائع ہونے کی وجہ سے گھر کے گھر تباہ ہو رہے ہیں وہ محفوظ ہو جائیں۔

۲۔ اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں تا کہ نفع گھر میں ہی رہے، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیں تا کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہیں۔

۳۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس اور حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کیلئے بنک کھولیں۔

۴۔ سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین ہے۔ دین متین علم دین سے وابستہ ہے۔ علم دین کی ترویج واشاعت کریں کہ دونوں جہاں کی زندگی اسی میں ہے۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۴﴾

اگر آپ مشاہدہ کریں تو اقوام مغرب نے انہی اصولوں کے مطابق عمل کیا اور ہر

میدان میں زبردست کامیابی حاصل کی۔ یورپی یونین، ورلڈ بنک اور آئی۔ ایم۔ ایف جیسے تمام اداروں کا ماحصل اور نتیجہ دیکھیں اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ۲ اور ۳ نمبر نکات کو پھر غور سے پڑھیں تو آپ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی دور اندیشی کا اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کتنی دور رس نگاہ رکھتے تھے۔

کوئنز یونیورسٹی کے پروفیسر رفیع اللہ صدیقی ان نکات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مردِ مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء میں دکھادی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے ہی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے نکات پر غور کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔

۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بنک اس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کیلئے بنک قائم کریں۔ وہ بنک جہاں کم حیثیت مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقمیں محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان آجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ کرسکیں۔

۱۹۳۴ء میں برطانیہ کے مشہور ماہر معاشیات جے۔ ایم کینز نے اپنا مشہور

زمانہ نظریہ روزگار و آمدنی پیش کر کے جدید اقتصادیات کی بنیاد مضبوط کی اور اس پر عمل کر کے یورپ اور خصوصاً امریکہ اقتصادی دنیا میں بہت آگے نکل گیا۔ کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں برطانیہ کا اعلیٰ ترین ایوارڈ مل گیا۔ اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال پہلے مولانا احمد رضا بریلوی شائع کروا چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی۔ ﴿فاضلِ بریلوی کے معاشی نکات﴾

سیاسی بصیرت:

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح علمی و فقہی اعتبار سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کی اسی طرح میدان سیاست کی پر خار وادی میں بھی ہندوستان کے مسلمانوں کی صحیح سمت رہنمائی فرمائی۔ بالخصوص فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو انتہائی اہم کام کیے جنہوں نے ہندوستان کی سیاست پر بہت گہرا اثر چھوڑا۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امام اہل سنت نے ہی پاکستان بنانے کی داغ بیل ڈالی۔ ۱۹۲۰ء میں المحجۃ المؤتمنۃ لکھ کر دو قومی نظریہ پیش کیا جس نے پاکستان کو نظریاتی بنیادیں مہیا کیں، دوسرا تحریک احیاء علوم دین کے ذریعے انہوں نے اپنے تلامذہ و خلفاء کی ایسی کھیپ تیار کی جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں سرگرم حصہ لیا اور کانگریس کے ہمنوا علماء کا توڑ ثابت ہوئے۔

کے۔ ایل گابا اپنی کتاب ''مجبور آوازیں'' میں لکھتے ہیں:

دو قومی نظریہ جس پر بڑے بڑے بحث مباحثے ہوتے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریہ کے مصنف نہ تو محمد علی جناح تھے نہ علامہ محمد اقبال ______ دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا۔ اس وقت

جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے۔ ﴿مجبور آوازیں صفحہ ۱۰﴾

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بڑے بڑے فضلاء اور نامور سیاستدان ہندو مسلم اتحاد کے گن گا رہے تھے یا پھر خاموش ہو کر الگ بیٹھ رہے کہ اس طوفان کے سامنے کھڑا ہونا بس سے باہر ہے۔ اس وقت ۱۹۲۰ء میں ایک ہی مرد مجاہد تھا جس نے ساری مخالفتیں مول لے کر المحجة الموتمنة لکھ کر ملت اسلایہ کے اذہان وقلوب کو فکر سلیم سے آشنا کیا۔

امام احمد رضا کے زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں کا سیاسی زوال عروج پر تھا۔ حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی کے سبب اقتدار انگریز کے قبضہ میں چلا گیا۔ ایک طرف انگریز اسلام دشمنی میں مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتا تھا اور دوسری طرف ہندو بنیا اپنی منافقانہ روش اور چالبازی سے مسلمانوں کو کمزور سے کمزور تر کرنے کے درپے تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزی مظالم کے خلاف آواز اٹھنا شروع ہوئی۔ پھر یہ طوفان پورے ملک میں پھیل گیا اور انگریز کے خلاف نفرت ایک شعلہ جوالہ بن گئی۔ اس نفرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے تحریک ترک موالات کا اعلان کر دیا۔ کسی تحریک کی رو میں جوش وخروش اور نعروں کی گونج میں جذبات اس قدر غالب ہوتے ہیں کہ عوام عقل ودانائی کی باتیں سننے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ دینے والے بھی مشکوک نظر آنے لگتے ہیں۔ یہی کچھ اس تحریک میں بھی ہوا۔ مسٹر گاندھی نے ایسا شاطرانہ طرزِ عمل اختیار کیا کہ عوام تو عوام خواص بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو کر رہ گئے۔ گاندھی نے مسلمانوں پر تو اس بات کا زور دیا کہ تعلیم کو خیر باد کہہ کر کالج وغیرہ بند کر دیں، ملازمتیں چھوڑ دیں۔ کہ یہ انگریز سے اظہار نفرت کیلئے ضروری ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ گاندھی ہندوؤں کو بھی اس بات پر مجبور کرتا لیکن اپنی قوم کیلئے

اس کا رویہ مختلف تھا۔ دراصل ترک موالات کی تحریک کے ذریعے گاندھی مسلمانوں کی رہی سہی حیثیت کو بھی ختم کرنا چاہتا تھا تا کہ مسلمان اگر انگریز کے قبضہ سے نجات بھی پالیں تو صرف ہندوؤں کے دست نگر بن کر رہیں۔ مسٹر گاندھی جو بنارس یونیورسٹی کے ہندو طلبہ کو اس انداز میں خطاب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ میری دلیلوں سے قائل نہ ہوں، تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں۔

﴿ہندوؤں سے ترک موالات صفحہ ۲۰﴾

لیکن وہی گاندھی جب مسلمانوں سے مخاطب ہوتا ہے تو انداز گفتگو بالکل مختلف ہوتا ہے، ابوالکلام آزاد کا سہارا لے کر مسلمان طلباء سے یوں کلام کرتا ہے۔

آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے جن کے کالجوں اور مدرسوں میں لڑکے پڑھتے ہیں۔ مولانا (آزاد) نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو صبح سے ہی لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجو۔

﴿البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۲۲۵﴾

اس تضاد سے ہندو ذہنیت کا کھل کر پتہ چلتا ہے کہ کس طرح وہ مسلمانوں کی معاشی اور تعلیمی سرگرمیوں کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ امت مسلمہ کے اجتماعی تشخص کو بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ اسلامی شعائر کو ختم کرنا بھی ہندو ایجنڈے میں شامل تھا اور بھولے بھالے لیڈر گاندھی کی محبت میں اس قدر بڑھے کہ وہ اسلامی تشخص تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قومی خودکشی کی بھیانک صورت حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آیت کریمہ لا ینھکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی

یا یہ فرمایا کہ انہیں اپنا انصار بناؤ ____ ان کے گہرے یار غار ہو جاؤ ____ ان کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ۔ ان کے جے پکارو۔ ان کی حمد کے نعرے مارو۔ انہیں مساجد مسلمین میں باادب و تعظیم پہنچا کر مسند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لے جا کر مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادی مسلمان بناؤ۔ ان کا مردار جیفہ اٹھاؤ۔ کندھے پر ٹکٹکی (سیتہ) زبان پر جے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ۔ مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ۔ ان کے لیے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اعلان کراؤ۔ ان کی موت پر بازار بند کرو۔ سوگ مناؤ۔ ان سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ۔ ان کی خوشی کو شعائر اسلام بند کراؤ۔ گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ۔ کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ۔ اسے مثل سؤر کے گناؤ۔ خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ۔ واحد قہار کے اسماء میں الحادر چاؤ۔ اسے معاذ اللہ رام یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کیے ہوئے ٹھہراؤ۔ قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر لے جاؤ۔ دونوں کی پوجا کراؤ۔ ان کے سرغنہ کو کہو خدا نے تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ یوں معنی نبوت جماؤ۔ اللہ عزوجل نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہی فرمایا ''انما انت مذکر'' ''تم تو نہیں مگر مذکر۔ اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا وہاں لفظ بچایا اسے یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا، بلکہ اس کی حمد میں یہاں تک اونچے اڑے کہ ''خاموش از ثنائے تو حمد ثنائے تست'' صاف کہہ دیا کہ ''آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو خوش کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا'' صاف کہہ دیا کہ ''ہم ایسا

مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھادے گا'' صاف کہہ دیا کہ ''ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا'' صاف کہہ دیا کہ ''ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی'' کیا کریمہ لا ینھکم میں ان ملعونات وکفریات کی اجازت دی تھی۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۴۷۴۔۴۷۵﴾

یہ تھا تحریک ترک موالات کا نچوڑ جس کا نقشہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، گاندھی کے ہمنوا علماء اکبر کے ''دین الٰہی'' کی تصویر کا رخ ترک موالات کے دوران پیش کر رہے تھے، ایک طرف نصاریٰ کے ساتھ ترک موالات تو دوسری طرف ہندوؤں کے ساتھ اس قدر محبت ومودت، ان حالات میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کا ادراک کرتے ہوئے امت مسلمہ کی صحیح سمت رہنمائی فرمائی کہ جس طرح نصاریٰ و یہود سے دوستی ممنوع اسی طرح ہندوؤں کے ساتھ بھی محبت ومودت ممنوع ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴿المجادلة: ۲۲﴾

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالات حقیقی جس کا ادنی رکن یعنی میلان قلب ہے، پھر وداد پھر اتحاد پھر اپنی خواہش سے بے خوف وطمع انقیاد پھر تبتل یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔ ﴿فتاوی رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۴۳۲۔۴۶۵﴾

تحریک ترک موالات کے دوران ایک مسئلہ یہ کھڑا کیا گیا کہ ہندوستان دار الحرب ہے لہٰذا مسلمانوں کا یہاں رہنا حرام ہے۔ گاندھی تو چاہتے تھے کہ مسلمان ہجرت کر کے ہندوستان کو ہندوؤں کے لیے خالی کر دیں اور مسلمان لیڈر محض حلت سود کے لیے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیئے جانے کے حامی تھے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جو لیڈر بڑھ چڑھ کر ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر ہجرت فرض قرار دے رہے تھے وہ خود ہندوستان میں ہی اپنی لیڈری کو چمکانا ضروری سمجھ رہے تھے یہاں تک کہ پاکستان بننے کے بعد بھی ان کے لیے ہندوستان ہی قابل ترجیح رہا۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی تمام تحریکوں کی مخالفت کی جس میں مسلمانوں کے لیے نقصان اور تباہی تھی، امام احمد رضا نے گاندھی کے حامیان کو فرقہ گاندھویہ کا لقب دے کر ان کی شدید مخالفت کی۔ تحریک خلافت، ترک موالات اور تحریکِ ہجرت کے نتائج و عواقب اور اس سے ہندوؤں کو کتنا فائدہ ہوا اس پر گفتگو کرتے ہوئے فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

قرآن عظیم گواہ ہے کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے، خیر خواہی تو درکنار کبھی بد خواہی میں گئی نہ کریں گے، پھر انہیں یار و انصار بنانا ان سے وداد و اتحاد منانا ان کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃ قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے اور ضرور ہے، ولکن لا تبصرون۔

آؤ اب ہم تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے:

اول: اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم: یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم: یہ بھی نہ ہو سکے تو [illegible]

مخالف نے یہ تینوں درجے ان پر طے کردیئے اوران کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں اوّلاً جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا (کیونکہ ان میں اس کی طاقت نہ تھی) ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرادیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یایوں ہی چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد ومزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔ ثالثاً جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کرکے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کردو، امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہری نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے، اور پہلے تین اس لیے کہ ہر صیغے وہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے۔ جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں قرقیاں ہوں گی، تعلقے ہوں گے، جائیدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے دیکھا تم نے قران عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے" ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں نہ پڑو والعیاذ باللہ تعالیٰ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۵۳۶﴾

تحریک ہجرت کے دوران جن لوگوں نے ہجرت کی ان کا جو حشر ہوا اس کا ہلکا سا نقشہ رئیس احمد جعفری کی تحریر سے عیاں ہے:

پھر ہجرت کی تحریک اٹھی، ۱۸ ہزار مسلمان اپنا گھر بار، جائیداد، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر، خریدنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے۔ افغانستان ہجرت کر گئے، وہاں جگہ نہ ملی، واپس کیے گئے، کچھ مر کھپ گئے، جو واپس آئے تباہ حال، خستہ، درماندہ، مفلس قلاش، تہی دست، بے نوا، بے یارو مددگار اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں؟ اور اگر جناح نے اسے ہلاکت خیز کہا تھا، تو کیا غلط کہا تھا۔ ﴿حیات محمد علی صفحہ ۱۰۸﴾

تحریک ترک موالات ایک طوفان کی طرح ہندوستان پر چھائی، اس وقت اس کے خلاف آواز اٹھانا، اپنے آپ کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے کے مترادف تھا، ترک موالات کے مخالف کو ملت اسلامیہ کا دشمن اور انگریز کا حامی قرار دینا عام سی بات تھی۔ ایسے عالم میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کسی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے شریعت کے مطابق فیصلہ صادر کیا اور طوفان کی زد پر دین و ایمان کی شمع کو فروزاں رکھا۔ بڑے بڑے طوفان بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکے، تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ فاضل بریلوی نے ایمانی جرأت و استقامت سے طوفانوں کے رخ موڑ دیے۔ ایسے حالات میں فرقہ گاندھویہ نے فاضل بریلوی پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ انگریز نوازی کے بہتان کا جواب دیتے ہوئے فاضل بریلوی خود فرماتے ہیں:

مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتاویٰ علماء اہلسنت نے دیے، کلام الٰہی و احکام الٰہی بیان کیے یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کے ہوئے، وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اچکی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں، کیا اس کا رد علماء اہلسنت نے نہ کیا، وہ کس کو خوش کرنے کو تھا...... بات یہ ہے

"المرء یقیس علی نفسہ" لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید و غلامی خوشنودی نصاریٰ کے لیے کی، اب کہ ان سے بگڑی اس سے بدر جہابڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی، سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمان شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ و رسول ﷺ جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ ﷻ کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا و للہ الحمد۔

سنیے ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول ﷺ نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کیلئے بتایا، بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد و مدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجیے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لیے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ ﷻ کے کلام اور احکام، تحریف و تغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے، شعار اسلام بند کیے شعار کفر پسند کیے، مشرکوں کو امام و ہادی بنایا ان سے وداد و اتحاد بنایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۴۷۹﴾

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اقتباس پڑھنے کے بعد انگریز نوازی کے الزام کی حیثیت پرکاہ جتنی بھی نہیں رہ جاتی لیکن فرقہ گاندھویہ کے پیروکاروں نے بڑے زور و شور سے پروپیگنڈا کیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے میاں عبدالرشید کالم نگار نوائے وقت لکھتے ہیں:

ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لیے حضرت امام احمد

رضا بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی، لیکن تاریخ نے ان ہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔ ﴿پاکستان پس منظر اور پیش منظر صفحہ ۱۲۰﴾

حضرت سید جعفر شاہ پھلواری جو خود تحریک ترک موالات کے زبردست حامی تھے۔ وہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت فاضل بریلوی تحریک ترک موالات کے جتنے خلاف تھے میں اتنا ہی حامی تھا.......... تحریک ترک موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا، اس لیے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا مذہبی تعصب اور تنگدلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا، اب جناب فاضل بریلوی کے متعلق میرے تاثرات یا دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ وہ علوم اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ پر عبور رکھتے تھے، منطق، فلسفہ اور ریاضی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عشق رسول ﷺ کے ساتھ ادب رسول ﷺ میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی کی برداشت نہ تھی۔ ﴿جہانِ رضا صفحہ ۱۲۵﴾

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ان الفاظ میں حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں:

شاہ احمد رضا نے حقائق کو جان لیا تھا میں خود تحریک ترک موالات میں شامل تھا۔ آج جب میں دیکھتا ہوں تو تمام واقعات میری آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس وقت ایک ہی نگاہ دوربین تھی جو جانتی تھی کہ مسلمانوں کا تصادم انگریزوں کی بجائے ہندوؤں سے ہوگا اور ان کا موقف درست ثابت ہوا۔ ﴿ہفت روزہ افق کراچی ۱۹ فروری ۱۹۷۸ء﴾

ہندوازم کی چلائی ہوئی تیز آندھی میں لیڈر تنکوں کی طرح اڑنے لگے، کہیں وہ انگریز کی چھتری تلے کھڑے نظر آئے تو کہیں ہندوؤں کے دامن فریب کو تھامے رکھنے کے عزم ہو رہے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی اجتماعیت پر کاری ضرب لگائی جارہی تھی۔ ایسے عالم میں علماء اہلسنت کے سرخیل فاضل بریلوی اپنے رفقاء کے ساتھ ملت اسلامیہ کی کشتی کو گرداب سے نکالنے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

مشہور سکالر کوثر نیازی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر لگنے والے الزام کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب یہ تحریکیں چل رہی تھیں، ان میں عوامی جذبات بھرے ہوئے تھے۔ ایسے میں مخالفتوں اور الزام تراشیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلک اعتدال پر قائم رہنا اور دو قومی نظریہ کے فروغ کیلئے مدبرانہ دور بینی کی سیاست پر کاربند رہنا امام احمد رضا خان جیسے آہنی اعصاب رکھنے والے انسان ہی کا کام تھا۔ رہا یہ کہنا کہ ان کے اقدامات انگریز نوازی پر مبنی تھے تو یہ بات وہ کہہ سکتا ہے جو یا تو امام احمد رضا کے مسلک کو سرے سے جانتا ہی نہ ہو یا جانتا ہو مگر نہ ماننا چاہتا ہو۔ ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو، جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا ہو تا کہ انگریز بادشاہ اور اس کی ملکہ کا سر نیچا نظر آئے۔ جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور وہ تمام سکے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دیئے جائیں تا کہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔ جس نے نعت گوئی میں بھی کسی کو نمونہ مانا اور اسے سلطان نعت گویاں قرار دیا تو وہ حضرت مولانا کفایت علی کافی تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلے میں با قاعدہ جدو جہد کی اور ۱۸۵۸ء میں مراد آباد کے چوک میں انہیں بر سر عام پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج ظلمت، پھول بدبو، چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار پت جھڑ، صبا صرصر، پانی حدت، ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

﴿امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت صفحہ ۱۴﴾

پاکستان بننے کے بعد بھارت نے ساری دنیا خصوصاً مسلم ممالک میں پاکستان کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ شروع کیا تو قائد اعظم نے خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کو نظریہ پاکستان کی وضاحت کے لیے اسلامی ممالک کے دورے پر بھیجا۔

مشہور صحافی مختار حسن لکھتے ہیں:

مولانا عبد العلیم صدیقی بہت عظیم مبلغ اسلام تھے کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۴۵ ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ تحریک پاکستان کیلئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا انہوں نے بیرون ملک بھی برصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبہ پاکستان کو واضح کرنے کے لیے دورے کئے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے تو پہلی عید آزادی کی امامت کی قائد اعظم نے ان ہی کی اقتداء میں یہ نماز ادا کی تھی۔

﴿ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳﴾

۱۹۷۳ کے آئین کے لیے علامہ عبد المصطفیٰ ازہری نے مسلمان کی تعریف کی، جب مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مرحلہ درپیش ہوا تو مرزائیوں نے مولانا قاسم نانوتوی کی

تحذیر الناس کو اپنے حق میں پیش کیا تو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فکر اور نظریے نے ایک بار پھر ملت اسلامیہ کی رہنمائی کی۔ متحدہ حزبِ اختلاف کی طرف سے قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں فاضل بریلوی اور علمائے حرمین کا ستر سالہ پرانا فیصلہ پیش کیا کہ حسام الحرمین کے ذریعے امام احمد رضا فیصلہ دے چکے ہیں اراکین اسمبلی نے متفقہ طور پر اس فیصلے پر لبیک کہتے ہوئے مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔

مشہور صحافی محمد شفیع (م ش) اعلیٰ حضرت کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا، جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔ ﴿نوائے وقت لاہور، جون ۱۹۸۶ء﴾

انگریزی سامراج کے زمانے میں ہندوستان کے مسلمان اخلاقی و سیاسی زبوں حالی کا شکار تھے۔ مسلمان پت جھڑ کے موسم میں بکھرے پتوں کی مانند ہوا کے رحم و کرم پر تھے۔ سرسید اور حالی جیسے نام نہاد مفکر انہیں انگریز کی اطاعت و خدمت گزاری کا درس دے رہے تھے، اور ابوالکلام آزاد جیسے لیڈر گاندھی کی اقتداء کا سبق پڑھا رہے تھے۔ ان حالات میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے مسلمان قوم کے علیحدہ اور جداگانہ تشخص پر زور دیا اور یہود و ہنود کے دام فریب کو چاک کیا۔ امام احمد رضا کے فکری وارثوں نے ہی تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا، مسلم لیگ کی بھرپور حمایت اور مدد کی اور مطالبہ پاکستان کا زور و شور سے پرچار کیا۔ بہت سارے لوگ جو پہلے انگریز اور ہندوؤں کی چالبازی کا شکار ہو چکے تھے حقیقت آشکار ہونے کے بعد انہوں نے امام احمد رضا کی رائے کو صائب اور فکر کو درست قرار دیا۔ تاریخ کے چہرے سے جوں جوں گرد ہٹتی چلی جائے گی اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کا کردار اور ان کے اقوال و افعال کی عظمتیں نکھر کے قوم کے سامنے اجاگر ہوں گی۔

محاسن کنز الایمان

خالق کائنات ﷻ نے حضور نبی کریم ﷺ کو جو کتاب لاریب عطا فرمائی وہ امت مسلمہ کے لیے دستور حیات اور آئینہ زندگی ہے، اس کتاب مجید کے احکام و فرامین پر عمل کرنے سے ہی دارین کی سعادتیں وابستہ ہیں۔ صحابہ کرام واہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی سعی وکاوش سے اسلام کی کرنیں عرب سے نکل کر دوسرے خطہ زمین کو بھی اپنی نورانیت سے منور کرنے لگیں۔ اسلام کی تروتازگی اور نور ہدایت سے جب دنیا مستفید ہونے لگی تو قرآن حکیم سے اپنے ربط و تعلق کو مضبوط کرنے اور اس کے فہم کیلئے کئی زبانوں میں تراجم کیے گئے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا کو قرآن حکیم میں غیر معمولی بصیرت حاصل تھی، ان کا شمار عالم اسلام کے ان خواص علماء میں ہوتا ہے جن کے سروں پر "رسوخ فی العلم" کا تاج سجا، قرآن حکیم سے انہیں بہت شغف تھا۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے قرآن حکیم کا کنز الایمان کے نام سے اردو ترجمہ کیا۔ قرآن پاک کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری احتیاط کے ساتھ روح قرآن کو ترجمہ میں پیش کیا۔ قرآن پاک کے ترجمہ کے لیے محض لغت عرب پر مہارت کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صرف ونحو، منطق و بلاغت جیسے علوم پر بھی مکمل دسترس ضروری ہے۔ دیگر علوم کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ فن تفسیر اور حدیث رسول ﷺ کے علم پر عبور قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے از حد ضروری ہے۔ اعلیٰحضرت بریلوی کو ان تمام علوم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے بے پناہ صلاحیت عطا فرمائی۔ قرآن حکیم سے شغف اور گہری نظر سے مطالعہ کتنا وسیع تھا، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے اس کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی

نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہوجاتا ہے یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا۔اس کا جواب فاضل بریلوی نے یہ دیا کہ افق شرعی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہوجاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

اس پر عیان و بیان سب شاہد عدل ہیں...... الحمد اللہ عجائب قرآن منتہی نہیں ایک ذرا غور سے نظر کیجیے تو آیہ کریمہ "تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ" کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں۔رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزجلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔ ﴿فتاوی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۱۴۰﴾

اس اچھوتے استدلال سے فاضل بریلوی کی قرآن فہمی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ ایک مرتبہ بریلی شریف میں ۱۲ ربیع الاول کے جلسہ میلاد میں لفظ بسم اللہ پر کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔اس تقریر کا خلاصہ حضرت علامہ ظفر الدین بہاری نے حیات اعلیٰحضرت میں نقل کیا ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔حضرت ملک العلماء لکھتے ہیں:

ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کے عرس پر سورۃ الضحیٰ پر مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی۔اسی موقع پر فرمایا کہ سورۃ الضحیٰ کی چند آیات کی تفسیر میں ۸۰ جزو تک لکھ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھوں ﴿حیات اعلیٰحضرت﴾

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا جتنا تدبر اور غور و فکر قرآن حکیم میں تھا اس طرح انہیں حدیث و اصول حدیث پر بھی مکمل عبور تھا۔مثال کے طور پر یہ دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

مولوی میاں نذیر حسین غیر مقلدین کے نامور عالم دین ہیں انہوں نے معیار الحق کے نام سے ایک رسالہ میں جمع بین الصلوتین پر بحث کی۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ایک حدیث کے راویوں میں خالد نام کے کوئی راوی تھے۔ ان کے بارے میں میاں نذیر حسین نے اعتراض کیا کہ وہ رافضی ہیں اس لیے قابل اعتماد نہیں۔ اس پر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے جو نقد و جرح کی وہ آنکھیں کھول کر پڑھنے کے قابل ہے۔

خالد کا نام دیکھتے ہی بے دھڑک حکم لگا دیا کہ خالد بن مخلد رافضی ہے۔ تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کسی حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیز پر اکتفا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام میں عبداللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلہ رضی اللہ عنہم خمسہ رضی اللہ عنہم پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبداللہ کہے عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوئی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پھر رواۃ مابعد میں تو عبداللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں، محمدین کا شمار کون کر سکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صفحہ ۳۰۴﴾

کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم کب لگایا جائے گا، اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک ضابطہ تخریج فرمایا جو لوح ذہن پر نقش کرنے کے قابل ہے فرماتے ہیں:

ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون ۱۔ قرآن ۲۔ یا سنت متواترہ ۳۔ یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ ۴۔ یا عقل صریح ۵۔ یا حسن صحیح ۶۔ یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ

رہے ۷۔ یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو ۸۔ یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اوران میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب وبطلان پر گواہی مستندا الی الحس دے ۹۔ یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں ۱۰۔ یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے ۱۱۔ یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو ۱۲۔ اس روایت کا ناقل صرف رافضی یا ناصبی ہو کہ انہوں نے بہت سی احادیث وضع کی ہیں (ملخصاً) ۱۳۔ یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے۔ ۱۴۔ یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔ ۱۵۔ یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃ خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں ﴿فتاوٰی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۴۶۰﴾

قرآن حکیم میں فصاحت وبلاغت، استعارات وتلمیحات، حذف وایصال اور معانی وبیان وبدیع کے جمیع ضوابط کا بیان ہے۔ ان کی وضاحت اور تفسیر کیلئے ہر دور میں علماء و

محققین نے اپنی استعداد کے مطابق سعی و کاوش کی اور کلام الٰہی کے اسرار و رموز کو بیان کیا۔ اردو زبان میں قرآن حکیم کے مختلف تراجم کیے گئے لیکن فاضل بریلوی نے ترجمہ کرتے وقت کلام الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ ایک طرف یہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دوسری طرف اردو ادب میں ایک خوبصورت اضافہ۔ عظمت خداوندی اور آداب بارگاہ رسالت ﷺ کا عظیم شاہکار اور حفظ مراتب کا پاسبان ہے۔ میدان تحقیق میں شہسوار جوں جوں رفتار تیز کریں گے۔ ان شاء اللہ فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کے محاسن و خصائص مزید نکھر کر سامنے آئیں گے۔ چند آیات کا تقابلی جائزہ پیش خدمت ہے۔ جہاں دیگر مترجمین کی کشتیاں تلاطم امواج میں ہچکولے کھاتی نظر آتی ہیں، وہاں فاضل بریلوی عشق رسول ﷺ اور تائید ایزدی کے سہارے کس طرح ساحل کنارے نظر آتے ہیں۔ تقابلی جائزے سے کسی کی جہالت، کم علمی، کم فہمی یا کسی کی دل آزاری مقصود نہیں بلکہ صرف فاضل بریلوی کی وسعت علمی، دقت نظر اور علمی نکات تک رسائی بیان کرنا مقصود ہے تا کہ آنے والی نسلیں اس عظیم مفکر کے کام سے مستفیض و مستنیر ہو سکیں۔

تقدیس الوہیت:

اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات کی خالق و مالک ہے، ہر شے کو وجود اسی نے عطا کیا، اس کی صفات بھی ذات کی طرح قدیم ہیں، اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان یہ ہے کہ کسی عیب، برائی اور نقص کو اس کی ذات سے منسوب کرنا جہالت و گمراہی ہے، وہ تمام عیوب و نقائص سے منزہ ہے۔ وہ علیم و خبیر ہے، احتیاج و مجبوری سے پاک ہے۔ قرآن پاک میں خالق کائنات عزوجل کا ذکر ہو تو احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے تا کہ عظمت خداوندی کے بارے میں اذہان تشکیک کا شکار نہ ہوں۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ میں آپ کو عظمت رب العالمین کی پاسبانی کا حسن نظر آئے گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴿البقرۃ:۹﴾

"دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے" محمود الحسن

"فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو کہ ایمان لائے" رفیع الدین

"چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں"

اشرف تھانوی

"وہ اللہ اور ایمان والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں" مودودی

"وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں" جونا گڑھی

"فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو امام احمد رضا

اس مقام پر منافقین کے رویے کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے خیال میں دھوکہ بازی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں اور چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے جب کہ منافق باطن کو ظاہر سے پوشیدہ رکھ کر کیسے دغابازی کر سکتے ہیں اس آیت کی تاویل میں امام رازی لکھتے ہیں:

الثانی ان یقال صورۃ حالھم مع اللہ حیث یظھرون الایمان وھم کافرون صورۃ من یخادع ﴿تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۳۰۳﴾

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت میں کافر ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ان کا معاملہ ایسا ہے جس طرح دھوکہ بازی کرنے والے کا ہوتا ہے۔

یعنی وہ اپنے خیال میں دھوکہ بازی کر رہے ہیں یہ نہیں کہ حقیقت میں کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ ایسا ناممکن ہے۔ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے کتنا درست ترجمہ کیا ہے اور اس سے واضح معلوم ہو رہا ہے کہ منافقین ظاہراً ایمان لا کر اور باطن میں کافر رہ کر اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو اپنے خیال میں دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

جبکہ باقی تراجم میں یہ بات موجود نہیں۔

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَ یَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ﴿البقرۃ ۱۵﴾

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں۔ محمود الحسن

اللہ ٹھٹھا کرتا ہے ان سے اور کھینچتا ہے ان کو سرکشی ان کی کے بھکتے ہیں رفیع الدین

ان (منافقوں) سے خدا ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔ فتح محمد

اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے وہ ان کی رسی دراز کیے جاتا ہے۔ مودودی

اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ امام احمد رضا

فاضل بریلوی کے ترجمہ پر غور کریں تو وہ تقدیس الوہیت اور آداب بارگاہ الٰہی سے مزین نظر آتا ہے جو معنیٰ اعلیٰ حضرت نے بیان کیا ہے وہی اللہ تعالیٰ کی شان کے زیادہ لائق ہے کیونکہ یہاں جزاء استہزاء مراد ہے کہ وہ اپنے استہزاء کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہوں گے۔ ہنسی، مذاق، ٹھٹھا کرنا جیسے الفاظ خالق کائنات کے لیے استعمال کرنا نامناسب اور غلط ہیں۔ علامہ نسفی کا قول ملاحظہ کریں:

لا ن الاستھزاء علی اللہ تعالیٰ لا یجوز من حیث الحقیقة لا نہ من العبث وھو تعالیٰ عنه ﴿مدارک التنزیل جلد ا صفحہ ۵۳﴾

حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسی کی نسبت کرنا جائز نہیں کیونکہ ہنسی مذاق بے فائدہ اور لغو ہے اور اللہ تعالیٰ اس عبث کام سے بلند و بالا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

﴿البقرة:۱۴۳﴾

اور جس قبلے پر تم (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون ہمارے پیغمبر کا تابع رہتا ہے۔ فتح محمد

اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا اس رسول کا۔ محمود الحسن

اور نہیں کیا تھا ہم نے قبلہ جو تھا تو اوپر اس کے مگر تا کہ جانیں ہم اس شخص کو کہ پیروی کرتا ہے رسول کی۔ رفیع الدین

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لیے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون تو رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے۔ اشرف تھانوی

جس قبلے پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے۔ جونا گڑھی

اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اس لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔ امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں تحویل قبلہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ آکر کچھ عرصہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر نبی کریم ﷺ کی مرضی کے مطابق کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔ تحویل قبلہ کا مقصد یہ بیان کیا گیا کہ مسلمان اور کافر کا فرق ہو جائے کہ کون نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور کون اعراض کرتا ہے۔ عام تراجم کو پڑھنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید پہلے علم نہ ہونے کی بنیاد پر قبلہ کو تبدیل کیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون منکر ہے اور کون متبع۔ حالانکہ خالق کائنات کی طرف لاعلمی کی نسبت کرنا جہالت و گمراہی کے سوا

کچھ نہیں۔ مفسرین نے اس وہم کا ذکر کیا اور پھر اس وہم کا ازالہ کیا۔ لیکن فاضل بریلوی نے جو ترجمہ کیا اس سے یہ وہم ہی مندفع ہو جاتا ہے۔

وَمَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ﴿آل عمران:۵۴﴾

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے محمود الحسن

اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا رفیع الدین

اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے فتح محمد

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ امام احمد رضا

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

والثالث ان هذااللفظ ليس من المتشابهات لانه عبارة عن التدبير المحكم الكامل ثم اختص في العرف بالتدبير في ايصال الشر الى الغير و ذلك في حق الله تعالىٰ غير ممتنع والله اعلم

﴿تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۶۴﴾

تیسری صورت یہ ہے کہ یہ لفظ متشابہات سے نہیں بلکہ اس کا مطلب تدبیر محکم و کامل ہے۔ پھر یہ لفظ مختص ہو گیا عرف میں کسی کو ہلاک کرنے میں خفیہ تدبیر کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع نہیں۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ کو غور سے پڑھیں تو واضح نظر آتا ہے کہ یہ ترجمہ اسی صورت کے مطابق ہے جو تفسیر کبیر میں نقل کی گئی۔ یہی صورت بارگاہ الوہیت کی شان کے لائق

ہے۔تمام مترجمین ترجمہ کرتے وقت اس مقام کی نزاکت کو نہ سمجھ پائے اور براہ راست مکر، فریب، دھوکا، داؤ وغیرہ کی نسبت رب العالمین کی طرف کردی۔ عام آدمی جو مفسرین کے بیان کردہ نکات سے لاعلم ہے وہ ان مترجمین کے ترجمہ سے جو معنی و مفہوم اخذ کرے گا وہ کسی طرح بھی خالق ارض وسما کی عظمت کے لائق نہیں۔

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْ مِنكُمْ وَ يَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ ﴿آل عمران:۱۴۲﴾

حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ بھی مقصود ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔

فتح محمد

ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا اور نہ صبر کرنے والوں کو جانا۔

عبدالماجد

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو۔

محمود الحسن

ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

امام احمد رضا

اس مقام پر عام مترجمین نے وہی بے احتیاطی والی روش اختیار کی اور یہ خیال تک نہ کیا کہ اس ترجمہ سے لاعلمی اور بے خبری کی نسبت رب قدوس عزوجل کی طرف ہو رہی ہے لیکن فاضل بریلوی نے پوری احتیاط کے ساتھ ترجمہ کیا، جس کی وضاحت مفسرین کے کلام میں موجود ہے۔علامہ نسفی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای ولما تجاھدوا لان العلم متعلق بالمعلوم فنزل نفی العلم بمنزلة نفی متعلقه لانه منتف بانتفائه تقول ما علم اللّٰه فی فلان

خیرا ای مافیه خیر حتی یعلمه ﴿تفسیر مدارک جلد ا صفحہ ۳۹۴﴾

یہاں مقصد نفی جہاد ہے نفی علم نہیں اس لیے کہ علم معلوم کے ساتھ متعلق ہے علم کی نفی معلوم کی نفی ہے کہ معلوم کے انتفاء سے اس کا انتفاء بھی ہے جیسے تم کہو ما علم اللہ فی فلان خیرا اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ نے فلاں میں خیر کو نہیں جانا بلکہ معنی یہ ہے کہ فلاں میں خیر ہی نہیں ہے جسے جانا جاتا۔

اس آیت کریمہ میں بھی مقصود یہی ہے کہ تم جنت میں داخل ہونے کا گمان کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور صبر کے ذریعے تمہاری آزمائش ہی نہیں کی۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ سے یہ مقصد بخوبی عیاں ہو رہا ہے جبکہ عام مترجمین نے یہاں بھی نفی علم کی بات کر کے روح قرآن کے خلاف بات کی۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ ﴿النساء:۱۷﴾

توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور — محمود الحسن

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے — عبد الماجد

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے — اشرف تھانوی

اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق ہے — مودودی

وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا — امام احمد رضا

کسی چیز کو ضرور کرنا اور ذمہ کرنا وجوب کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ تفاسیر میں اس وہم کا ازالہ کیا گیا۔

انما التوبة علی اللہ ای التی کتب علی نفسه قبولها بفضله۔

﴿جلالین صفحہ ۷۲﴾

وہ توبہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا

ولیس المراد به الوجوب اذ لا یجب علی اللّٰہ شیء ولکنه تاکید للوعد یعنی انه یکون لا محالة کالواجب الذی لا یترک

﴿تفسیر مدارک جلد ا صفحہ ۳۴۱﴾

اس سے مراد وجوب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں لیکن وعدہ کی تاکید ہے یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل وعدہ پورا فرماتا ہے تو یہ واجب کی طرح ہوا جس کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ میں یہ خصوصیت موجود ہے کہ اس سے اس وہم کا ازالہ ہو رہا ہے جس کا ذکر مفسرین نے کیا، لیکن باقی تراجم اس خصوصیت سے خالی ہیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴿النساء:۱۴۲﴾

البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دیگا — محمود الحسن

تحقیق منافق فریب دیتے ہیں اللہ کو اور وہ فریب دینے والا ہے ان کو — رفیع الدین

بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ ان سے چالبازی کرنے والا ہے۔ — جونا گڑھی

یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ — مودودی

بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔ — امام احمد رضا

اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا، فریب دینا، اس سے دغا بازی کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی کو دھوکا دے یا دغا بازی کرے یہ بھی درست نہیں۔ مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کے تحت تفاسیر میں اس وہم کا ازالہ کیا۔

ای یفعلون ما یفعل المخادع فیظهرون الایمان و یضمرون نقیضھم

﴿روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۲۲۸﴾

یعنی وہ اپنے خیال میں دغا بازی کرتے ہیں کہ وہ ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور دل میں کفر چھپا رکھا ہے۔

مترجمین نے ترجمہ کرتے وقت بالکل بھی یہ خیال نہ کیا کہ اس ترجمہ سے ذات رب العالمین ﷻ پر زد پڑتی ہے لیکن آپ فاضل بریلوی کے ترجمہ کو ایک بار پھر غور سے پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ فاضل بریلوی نے کلام الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ﴿التوبۃ:۷۹﴾

ان پر جو (منافق) طعن کرتے اور ہنستے ہیں خدا ان پر ہنستا ہے۔ فتح محمد

پس ٹھٹھا کرتے ہیں ان سے ٹھٹھا کرتا ہے اللہ اُن سے۔ رفیع الدین

پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے۔ محمود الحسن

پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور اللہ ان (مذاق اڑانے والوں) کا مذاق اڑاتا ہے۔ جوناگڑھی

ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہ خدا میں دینے کے لیے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں اللہ ان کا مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے مودودی

تو ان سے ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا امام احمد رضا

جب آیت صدقہ نازل ہوئی اور مسلمانوں نے اپنی اپنی بساط و طاقت کے مطابق صدقہ کیا تو منافقین نے ان سے تمسخر کیا۔ جو زیادہ مال لائے انہیں ریا کار کہا اور جو تھوڑا مال لے کر آئے

ان سے بھی استہزاء کیا گیا۔ منافقین نے تو حقیقتاً مسلمانوں سے تمسخر کیا لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اس ہنسی اور ٹھٹھے کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مذاق کرنا، ٹھٹھا کرنا یا ہنسی کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ مفسرین نے بھی اس مقام پر اس بات کی وضاحت کی۔

سخر الله منهم جازا هم على سخريتهم ﴿جلالین صفحہ ۱۴۳﴾

سخر الله منهم کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مذاق کی جزا دے گا۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ کو ایک بار پھر پڑھیں تو آپ کو یہ فوقیت نظر آئے گی کہ ترجمہ کرتے وقت شان الوہیت کو مدنظر رکھا گیا ہے، لیکن باقی مترجمین اللہ تعالیٰ کی شان کا خیال بھی نہ کر سکے، بلکہ ترجمہ کرتے ہوئے عام آدمی کو مشکلات کا شکار کر دیا۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴿التوبۃ:۶۷﴾

بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو — محمود الحسن

انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا — فتح محمد

یہ اللہ کو بھول گئے اللہ نے انہیں بھلا دیا — جونا گڑھی

یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا — مودودی

وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا — امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں بندوں کے لیے بھولنے کا لفظ استعمال کرنا بھی غلط ہے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے لیے بھی بھول کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے، کیونکہ انسان اگر بھول جائے تو اس کا نسیان قابل مواخذہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بھول جانا محال ہے۔ امام رازی اس مقام پر لکھتے ہیں:

و اعلم ان هذا الكلام لا يمكن اجرائه على ظاهره لانا لو حملناه على النسيان على الحقيقة فما استحقو عليه ذما لانا النسيان

لیس فی وسع البشر و وایضا فھو فی حق اللہ تعالٰی محال فلا بد من التاویل ﴿تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۹۷﴾

بے شک اس کلام کو ظاہر پر جاری کرنا ممکن نہیں کیونکہ اگر نسیان کو حقیقت پر محمول کریں تو وہ لوگ مستحق مذمت نہیں کیونکہ نسیان انسان کی طاقت میں نہیں۔ اسی طرح یہ اللہ تعالٰی کے حق میں بھی محال ہے (کیونکہ وہ بھولنے سے پاک ہے) اس لیے یہاں تاویل ضروری ہے۔

امام رازی کے اس کلام کے بعد آپ سب تراجم کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ قرآن پاک کی ترجمانی کا حق کس نے ادا کیا۔ امام احمد رضا کے ترجمہ اور باقی مترجمین کے تراجم میں فرق واضح ہے۔

کلام مقدس قرآن حکیم کی اہمیت وعظمت کو سمجھے بغیر محض لغت اور عربی دانی کے دعوی پر تراجم قرآن پاک کیے گئے، اس سے کلام الٰہی کا تقدس کس طرح مجروح ہوا، آپ نے سابقہ سطور میں ملاحظہ کیا۔ اللہ تعالٰی عزوجل کی ذات کے لیے فریب، ٹھٹھا، مذاق، چالبازی، دھوکہ بازی، لاعلمی اور بے خبری جیسے الفاظ استعمال کیے گئے۔ العیاذ باللہ۔ یہ سارے الفاظ ان لوگوں کے ترجمہ میں ہیں جو بزعم خویش توحید کے علمبردار اور دفاع توحید کے لیے کمربستہ رہے اور اسی بنیاد پر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن آپ نظر انصاف سے بغور ملاحظہ کریں تو معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، عام مترجمین نے کلام الٰہی کی نزاکت کا خیال کیے بغیر ناپسندیدہ الفاظ استعمال کیے، بڑی بے احتیاطی اور لاپرواہی کے ساتھ ذات الٰہیہ کے لیے غیر محتاط تصور پیش کیا گیا۔

غیروں کے ساتھ مل کر خوشیاں منا رہے تھے
یوں اپنے آشیاں کو خود ہی جلا رہے تھے

لیکن فاضل بریلوی امام احمد رضا نے ہر مقام پر کلام الٰہی کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے پوری احتیاط و حزم کے ساتھ شان الوہیت کا خیال رکھا اور عظمت خداوندی کے تصور کو بھرپور طریقے سے اجاگر کیا۔

تعظیم و توقیر مقام رسالت:

انبیاء کرام علیہم السلام وہ مقدس اور بابرکت جماعت ہے جنہوں نے خالق کائنات جل جلالہ کے احکام و فرامین کو مخلوق تک پہنچایا اور اقوام کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ ان مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے ہر رزالت و آلائش سے پاک رکھا، چند اشخاص کو چھوڑ کر امت مسلمہ کا اجتماعی موقف یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے پاک ہیں۔ فاضل بریلوی نے قرآن حکیم کا ترجمہ کرتے وقت کس طرح عظمت و ناموس رسالت کا تحفظ کیا اور لوگوں کے دلوں کو بارگاہ نبوت کے آداب سے آشنا کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿طٰهٰ: ۱۲۱﴾

حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ راست سے بہکا۔ — محمود الحسن

آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔ — اشرف تھانوی

آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔ — مودودی

آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔ — عبد الماجد

آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بہک گیا۔ — جونا گڑھی

نافرمانی کی آدم نے رب اپنے کی پس گمراہ ہو گیا۔ — رفیع الدین

آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ — امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں گفتگو حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق ہے جو تمام انسانوں کے

باپ اور خالق کائنات ﷺ کے جلیل القدر نبی ہیں۔ مفسرین نے اس مقام پر اللہ کے نبی کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے تاویل کی او رصریح گناہ اور بہک جانے کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کرنے سے منع کیا۔ امام رازی لکھتے ہیں:

وھو ان ظاھر القرآن و ان دل علی ان آدم عصٰی و غوٰی لکن لیس لا حد ان یقول ان آدم کان عاصیا غاویا

﴿تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۹﴾

بے شک ظاہر قرآن سے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے عصی، غوی ثابت ہے لیکن کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہے حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا، حکم ٹالا، بہک گئے۔

و قد صرح القاضی ابوبکر بن العربی بعدم جواز نسبة العصیان للآباء الادنین الینا المما ثلین لنا فکیف یجوز نسبة للانبیاء الاقدام والنبی المقدم الاکرم ﴿روح المعانی جلد ۱۶ صفحہ ۲۷۷﴾

قاضی ابوبکر نے اس بات کی صراحت کی کہ جب ہم اپنے آباء واجداد کے لیے عصیان، گمراہ وغیرہ کے لفظ استعمال نہیں کر سکتے تو انبیاء کرام علیھم السلام جو ہر لحاظ سے برگزیدہ، مقدم اور مکرم ہیں ان کی بارگاہ میں ایسے الفاظ کی نسبت کسی طرح جائز نہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ جہاں جلیل القدر مفسرین بھی تاویل کرتے نظر آتے ہیں، اس مقام پر اعلیٰحضرت نے ہی مقام نبوت کو ملحوظ رکھا، جبکہ تمام مترجمین نے اللہ کے نبی کے لیے بہک گیا، قصور ہو گیا، غلطی میں پڑ گئے (معاذ اللہ) جیسے الفاظ استعمال کیے بلکہ وہ تو وادی خار دار میں خود بھٹکتے نظر آتے ہیں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿یوسف:۹۵﴾

وہ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اس قدیم غلطی میں ہے۔ محمود الحسن

وہ بولے کہ واللہ آپ اسی قدیم غلطی میں مبتلا ہیں۔ فتح محمد

گھر کے لوگ بولے خدا کی قسم آپ ابھی تک اپنے اس پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔ مودودی

کہنے لگے قسم اللہ کی تحقیق تو البتہ بیچ وہم اپنے قدیم کے ہے۔ رفیع الدین

وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ اپنے اسی پرانے خبط میں مبتلا ہیں۔ جونا گڑھی

وہ کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ اشرف تھانوی

بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں۔ امام احمد رضا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا آپ بھائیوں پر ظاہر فرمانے کے بعد اپنی قمیص دی کہ والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھنا انہیں بینائی حاصل ہو جائے گی۔ اس خوشخبری سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ "مجھے یوسف کی بو آ رہی ہے" اس کے جواب میں آپ کے بیٹوں اور موجود اہل وعیال نے جواب دیا جو مذکورہ آیت کریمہ میں بیان ہوا۔ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجمین نے صاف لکھ دیا کہ قدیم غلطی، قدیم وہم، پرانا خبط، یہ الفاظ ہرگز اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کی شان کے لائق نہیں۔ اس کی وجہ تو وہ خود ہی بیان کر سکتے ہیں کہ ایسا کیوں کیا گیا

انہیں بھی تو دامن سے دھو ڈالیے گا
میرے خون کے کچھ نشان اور بھی ہیں

اللہ کے نبی کی طرف غلطی اور خطا کی نسبت کسی طرح درست نہیں جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے بیٹے بھی تھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کے جلیل القدر نبی بھی۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لفی ضلالك القدیم ای لفی حبك القدیم لا تنساه ولا تذھل عنه

﴿تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۰۸﴾

آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی قدیم محبت میں ہیں نہ انہیں بھولتے ہیں اور نہ وہ آپ کے ذہن سے نکلتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ کو ایک بار پھر پڑھیں تو فرق واضح نظر آئے گا کہ مقام رسالت سے آشنائی کی جو لذت فاضل بریلوی کے ترجمہ میں ہے، باقی تراجم اس سے یکسر خالی ہیں۔

حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّھُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا ﴿یوسف:۱۱۰﴾

یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی۔ اشرف تھانوی

یہاں تک کہ پیغمبر ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں وہ سچے نہ نکلے فتح محمد

یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ محمود الحسن

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا۔ جوناگڑھی

یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور گمان کرنے لگے کہ ان سے غلطی ہوئی۔ عبدالماجد

یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔ امام احمد رضا

اگر آدمی گناہ گار ہو تو اسے بھی یہ حکم ہے "لا تقنطو من رحمة الله" چہ جائیکہ کوئی شخص انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ کے متعلق یہ لکھے کہ وہ نا امید ہو گئے (العیاذ باللہ) عام مترجمین کی روش کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انبیاء کرام کی حرمت و ناموس کا خیال کیے بغیر ہی ترجمہ کر دیا، لیکن اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی علمی بصیرت کا اندازہ آپ کے ترجمہ سے ہو رہا ہے کہ کلام الٰہی کی روح کو کس طرح اردو کا پیراہن پہنایا۔ امام فخر الدین اسی بات کا ذکر کر کے پھر اس قول کا رد کرتے ہوئے وجہ اور علت بیان کرتے ہیں:

انه بعيد لان المومن لا يجوز ان يظن با لله الكذب بل يخرج بذمك عن الايمان فكيف يجوز مثله على الرسل

﴿تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۲۱﴾

پیغمبروں پر نا امیدی کا قول کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ تو مومن کے لئے بھی جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا گمان کرے بلکہ ایسا شخص تو ایمان سے ہی نکل جاتا ہے تو پھر ایسا قول رسولوں سے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

فاضل بریلوی نے ظاہری اسباب کی قید لگا کر یہی بات واضح کی اور گمان کی نسبت لوگوں کی طرف کی کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا، جس سے عام آدمی کا ذہن بھی مقام رسالت سے آشنا ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿الحجر:۷۱﴾

لوط نے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو۔ — اشرف تھانوی

کہا کہ یہ ہیں بیٹیاں میری اگر ہو تم کرنے والے۔ — رفیع الدین

بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔ — محمود الحسن

لوط نے کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو میری بچیاں موجود ہیں۔ — جونا گڑھی

لوط نے عاجز ہو کر کہا اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو میری بیٹیاں موجود ہیں۔ مودودی

کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔ امام احمد رضا

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لیے آئے تو وہ خوبصورت انسانی شکل میں آئے۔ قوم کے بدمست اور لواطت کے شائقین کافروں نے ان مہمانوں کا قصد کیا تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے مہمانوں کو رسوا نہ کرو بلکہ میری قوم کی عورتیں میری بیٹیاں تمہارے لیے ہیں، یعنی ان سے مجامعت کرنا تمہارے لیے حلال ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ میری اصلی بیٹیاں (العیاذ باللہ) سب کے لیے پاک ہیں۔ اس مقام پر مفسرین نے یہ کلام کیا اور پھر اس قول کو راجح قرار دیا کہ اس سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ فاضل بریلوی نے مقام نبوت کی شان کے لائق احتیاط کے ساتھ ترجمہ کیا، جبکہ عام مترجمین نے راجح اور مرجوح اقوال کو دیکھے بغیر ایسا ترجمہ کیا کہ ایک عام آدمی بھی اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے ایسا کلام نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی علیہ السلام کی طرف ایسا ناپسندیدہ قول منسوب کیا جائے۔

خداوند یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ﴿یوسف: ۲۴﴾

اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی۔ محمود الحسن

اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا اگر وہ اپنے پروردگار کی نشانی نہ دیکھتے۔ فتح محمد

اور تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے

ساتھ اُس کے اگر نہ دیکھ لیتا دلیل اپنے رب کی۔ رفیع الدین

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب، کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا۔ اشرف تھانوی

بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ امام احمد رضا

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کی عورت نے کمرے میں بند کر کے اپنی خواہش کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے معاذ اللہ کہہ کر اس سے برات کا اظہار کیا۔ فاضل بریلوی نے اپنے ترجمہ میں اسی مقصد کو واضح کیا کہ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو آپ بھی ایسا ارادہ کرتے لیکن اپنے رب کی دلیل دیکھنے کے بعد آپ ارادہ کرنے سے بھی محفوظ رہے۔ اسی مقصد کو مفسرین نے واضح کیا۔ امام رازی لکھتے ہیں:

ان یوسف علیہ السلام کان بریئا عن العمل الباطل والھم المحرم وھذا قول المحققین عن المفسرین والمتکلمین وبہ نقول و عنہ نذب و اعلم ان الدلائل علی وجوب عصمۃ الانبیاء علیھم السلام کثیرۃ ﴿تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۴۰﴾

بے شک حضرت یوسف علیہ السلام برے اعمال اور ناپاک ارادوں سے پاک ہیں۔ یہی قول محققین، مفسرین اور متکلمین کا ہے اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

باقی مترجمین کے تراجم کو دیکھیں تو وہ اس مقصد سے خالی نظر آتے ہیں، بلکہ ان تراجم سے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس طرح اس عورت کو فکر اور خیال تھا، وہی خیال

(العیاذ باللہ) آپ کے دل میں بھی تھا۔ حالانکہ یہ بات صریحاً مقام نبوت کے خلاف ہے۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ﴿الانبیاء :۸۷﴾

پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔ محمود الحسن

اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ فتح محمد

اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ جونا گڑھی

تو گمان کیا ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔ امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ایک نبی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قدرت نہیں رکھتا، یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ کو دیکھیں تو آداب بارگاہ نبوت کے ساتھ آپ کو علمی بصیرت بھی نظر آئے گی۔ مفسرین نے اس مقام پر وضاحت کی کہ "نقدر" قدر سے مشتق ہے نہ کہ قدرت سے۔ لہٰذا نقدر کا معنی تنگی سے کریں گے۔ جیسا کہ "ومن قدر علیہ رزقہ" میں قدر کا معنی تنگی ہے یہاں بھی معنی تنگی ہی کریں گے۔

قَالَ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿الشعراء :۲۰﴾

کہا موسیٰ نے کیا تھا میں نے وہ کام اس وقت اور میں گمراہوں سے تھا۔ رفیع الدین

کہا کیا تو تھا میں نے وہ کام اور میں چوکنے والا تھا۔ محمود الحسن

موسیٰ نے جواب دیا کہ اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ اشرف تھانوی

کہا کہ ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا۔

فتح محمد

موسیٰ نے فرمایا: میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ عام مترجمین کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں خطا کار اور گمراہ ہونے کا اعلان کر رہے ہیں (العیاذ باللہ) لیکن فاضل بریلوی کے ترجمہ کو دیکھیں تو آپ کو عصمت انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ اور بارگاہ نبوت کے آداب کا سرور و ذائقہ محسوس ہوگا۔ آپ کو تراجم دیکھ کر فیصلہ کرنے میں کوئی وقت محسوس نہیں ہونی چاہیے کہ مقام نبوت کے شایان شان ترجمہ کس کا ہے۔ تعصب و عناد کو ایک طرف رکھ کر غیر جانبدارانہ فیصلہ کر لیں، آپ کو فاضل بریلوی کے ترجمہ سے آداب نبوت کی خوشبو واضح محسوس ہوگی۔

رحمت عالم، سرور دو جہاں، مقصود کائنات، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں خالق کائنات عزوجل نے آپ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ اپنی محبت کے لیے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرط قرار دیا۔ ان تمام باتوں کو ذہن نشین رکھتے ہوئے آئندہ سطور میں پیش کی جانے والی آیات کا ترجمہ پڑھیے گا تو آپ کا دل حیرت و استعجاب میں ڈوب جائے گا کہ توحید کے پرچارک اور دین اسلام کے نام لیواؤں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس مقام پر لا کھڑا کیا اور کیسے کیسے ناپسندیدہ الفاظ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے دھڑک استعمال کیے کہ اگر آج وہی لفظ ان مترجمین کے لیے استعمال کیے جائیں تو ان کے معتقدین آسمان سر پر اٹھا لیں گے کہ ہمارے بزرگوں کی توہین ہو رہی ہے، ان کی کردار کشی کی جا رہی ہے، جب تراجم میں تقریباً ایک ہی روش جاری تھی تو ایسے عالم میں فاضل بریلوی نے خالق کائنات عزوجل کے فضل و احسان سے حرمت و ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ کیا۔ آپ کو فاضل بریلوی کے ترجمہ میں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے ساتھ عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روانی نظر آئے گی۔ ملاحظہ فرمائیں:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿البقرة:۱۴۵﴾

البتہ اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کے کی پیچھے اس چیز کے جو کہ آئی تیرے پاس علم سے تحقیق تو اس وقت البتہ ظالموں سے ہے۔ رفیع الدین

اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافی میں۔ محمود الحسن

اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔ اشرف تھانوی

اور اگر تم نے اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔ مودودی

اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس دانش (وحی خدا) آچکی ہے ان کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو ظالموں میں داخل ہو جاؤ گے۔ فتح محمد

اگر آپ باوجودیکہ آپ کے پاس علم آچکا پھر بھی ان کی خواہش کے پیچھے لگ جائیں تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ جوناگڑھی

اور اے سننے والے کسے باشد! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت ضرور ستم گار ہوگا۔ امام احمد رضا

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین نے گفتگو کرتے ہوئے نتیجہ بحث یہ نکالا کہ جب نبی کریم ﷺ سے یہود و نصاریٰ کی پیروی کا تصور ہی نہیں تو اس آیت سے مراد امت ہے۔ عام لوگوں میں دستور ہے کہ اوامر و نواہی میں کسی بڑے کو مخاطب کر کے بات کہہ دی جاتی ہے لیکن مقصود اور مراد اس کے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔ علامہ نسفی لکھتے ہیں:

وفی ذلک لطف للسامعین و تہیج للثبات علی الحق وتحذیر لمن

یترک الدلیل بعد انارتہ و یتبع الھویٰ و قیل الخطاب فی

الظاھر للنبی علیہ وسلم والمراد امتہ ﴿مدارک جلد اصفحہ ۱۴۱﴾

اس میں سننے والوں پر مہربانی ہے اور حق پر قائم رہنے کے لیے ابھارا گیا ہے

، جو شخص روشن دلائل کو چھوڑ کر خواہشات کی پیروی کرے اسے ڈرایا گیا ہے

اور یہ کہا گیا کہ یہ خطاب بظاہر نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مراد امت ہے۔

اسی مناسبت سے فاضل بریلوی نے ترجمہ کرتے ہوئے (اے سننے والے کسے باشد) کا اضافہ کیا یہ بات جنہیں سمجھائی جارہی ہے وہ غور وفکر کریں اور اطاعت رسول ﷺ کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر خواہش نفس کی عمیق وادی میں نہ گریں۔ لیکن آپ باقی تراجم پر ایک بار پھر نظر دوڑائیں نہ تو آپ کو "بالفرض اور علی سبیل الفرض و التقدیر" کی قید نظر آئے گی اور نہ ہی آداب بارگاہ رسالت کا کوئی تصور آپ کو نظر آئے گا بلکہ بڑے ظالمانہ انداز میں امام الانبیاء ﷺ کی طرف ظلم کی نسبت نظر آئے گی۔

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں

کچھ باغباں تھے برق و شرر سے ملے ہوئے

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿الانعام:۱۱۴﴾

تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔	فتح محمد
سو تو مت ہو شک کرنے والوں میں سے۔	محمود الحسن
سو آپ شبہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوں۔	اشرف تھانوی
پس مت ہو شک لانے والوں سے۔	رفیع الدین
لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہوں۔	مودودی

سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ جونا گڑھی

تو اے سننے والے! تو ہر گز شک والوں میں نہ ہو۔ امام احمد رضا

اس مقام پر یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ بے شک یہ آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا گیا۔ تو اے سننے والے تو ہر گز شک والوں میں نہ ہو۔ اس مقام پر امام رازی یوں رقم طراز ہیں:

فلا تکونن خطابا لکل واحد والمعنی انه لما ظهرت الدلائل فلا ینبغی ان یمتری فیه احد قیل هذ الخطاب وان کان فی الظاهر للرسول الا ان المراد معه امته

﴿تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۴﴾

یہ خطاب ہر ایک کو ہے۔ معنی یہ ہے کہ جب دلائل ظاہر ہو چکے تو کسی کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد امت ہے۔

اب آپ تراجم پر غور کریں تو آپ کو فاضل بریلوی کے ترجمہ میں علمی بصیرت کے ساتھ مقام مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری نظر آئے گی اور یہ ترجمہ تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ دار ہے جبکہ باقی تراجم اس فکر سے خالی ہیں۔ اور ان میں شک کی نسبت براہِ راست نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے جو سوء ادب ہے لیکن

انہیں تو مشق تیر نازکی دھن ہے، وہ کیا جانیں
کسی کی جان جائے یا کسی کا دل نشانہ ہو

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴿الانعام ۱۱۶﴾

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو

اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ اشرف تھانوی

اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہنا مان لوگے تو وہ تمہیں خدا کا راستہ بھلا دیں گے۔ فتح محمد

اور اگر تو کہنا مانے گا اکثر ان لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے۔ محمود الحسن

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ جونا گڑھی

اور اے نبی! اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ مودودی

اور اے سننے والے! زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہنے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ امام احمد رضا

اس آیت کریمہ کے تحت امام رازی لکھتے ہیں:

اعلم انه تعالیٰ لما اجاب عن شبهات الکفار ثم بین بالدلیل صحة نبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم بین ان بعد زوال الشبهة و ظهور الحجة لا ینبغی ان یلتفت العاقل الی کلمات الجهال ولا ینبغی ان یتشوش بسبب کلماتهم الفاسدة فقال وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل الله ﴿تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۶﴾

جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے شبہات کو زائل کردیا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت ثابت ہوگئی تو ان کے شبہات کے زائل ہونے کے بعد اور دلائل کے ظاہر ہو جانے کے بعد کسی عقلمند کو مناسب نہیں کہ وہ جاہل لوگوں کی طرف متوجہ

ہو یا کوئی ان کلمات فاسدہ سے پریشان ہو تو فرمایا اے سننے والے عقل ہوتے ہوئے اگر تو نے کفار کی بات مان لی تو وہ تجھے راہِ راست سے بہکا دیں گے۔

امام رازی کی اس بحث کے بعد آپ ایک بار پھر اس آیت کریمہ کے تراجم پر نظر ڈالیں تو آپ کو فاضل بریلوی کے ترجمہ میں احتیاط کے ساتھ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی نظر آئے گی جبکہ باقی تراجم اس فکر اور سوچ سے یکسر خالی ہیں بلکہ مودودی نے تو ''اے نبی'' ترجمہ کر کے براہِ راست نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کر کے ظلم عظیم کیا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴿محمد:۱۹﴾

اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔ اشرف تھانوی

اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے۔ محمود الحسن

اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے ایمان والوں کے اور ایمان والیوں کے۔ رفیع الدین

اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی۔ جونا گڑھی

اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔ فتح محمد

اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔ مودودی

اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے

گناہوں کی معافی مانگو۔

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ۔ انبیاء کرام علیھم السلام کی مقدس شخصیات ہر قسم کے گناہوں سے منزہ ہوتی ہیں۔ عصمت انبیاء پر مفسرین نے کئی دلائل قائم کیے۔

1۔ اگر انبیاء سے گناہ سرزد ہو تو وہ اپنی امت کے گناہ گار شخص سے بھی کم درجہ میں ہوں یہ جائز نہیں کیونکہ انبیاء اپنی امت سے افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان سے گناہ ممکن نہیں۔

2۔ اگر نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہو تو اس کی شہادت قبول نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ہے جب فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہوا: ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ شخصیات گناہ سے منزہ ہیں۔

3۔ اگر نبی سے گناہ کا ہونا ممکن مان لیا جائے تو پھر ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اس گناہ کا کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔ جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم قرار دی گئی۔ اس طرح حرمت اور وجوب جمع ہو جائیں گے اور یہ محال ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام سے گناہ سرزد نہیں ہوتے۔

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں:

قال بعض الناس لذنبك ای لذنب اهل بيتك و للمومنين وللمومنات ای الذين ليسوا منك باهل بيتك

﴿تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۲﴾

بعض علماء نے فرمایا لذنبک سے مراد ذنب اہل بیت ہیں یعنی اہل بیت اور عام مردوں اور عورتوں (جو اہل بیت میں نہیں) کے لیے بخشش طلب کیجیے۔

مفسرین کے دلائل کے بعد ایک بار پھر تراجم پر نظر کیجیے تو آپ کو یہ واضح فرق نظر آئے گا۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ سے تحفظ ناموس رسالت اور مقام رسالت سے آشنائی کی لذت وچاشنی چھلکتی نظر آئے گی۔ جبکہ باقی مترجمین اس فکر کے حامل نظر آتے ہیں کہ رحمت عالم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گناہ اور قصور کرتے تھے (العیاذ باللہ) یہی گناہ ہزار عیوب سے بڑھ کر ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ اور قصور کی نسبت کی جائے۔

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے گا

وفا کے بھیس میں بیٹھے تھے سارے بے وفا ہو کر

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿الضحٰی:۷﴾

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔ — محمود الحسن

اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ — فتح محمد

پس پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ — رفیع الدین

اور تمہیں ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی۔ — مودودی

اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا۔ — اشرف تھانوی

اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی؟ — جوناگڑھی

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ — امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں لفظ ضال استعمال ہوا۔ عربی لغت میں اس کے کئی معانی ہیں۔ اس مقام پر اس لفظ کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ مفسرین نے بارگاہ نبوت کے ادب واحترام اور عزت وتوقیر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انتہائی حزم واحتیاط کے ساتھ ایسے مقامات کی تفسیر کی اور مختلف توجیہات پیش کیں۔ امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے تحت لکھا۔

الضلال بمعنی المحبة کمافی قوله انك لفی ضلالك القدیم ای محبتك و معناه انك محب فهدیتك الی الشرائع التی بها تتقرب الی خدمة محبوبك ﴿تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحه ۱۹۸﴾

اس جگہ ضلال محبت کے معنی میں ہے جیسے انك لفی ضلالك القدیم میں ہے یہاں معنی یہ ہوگا کہ آپ محبّ ہیں تو آپ کو ان راستوں کی راہنمائی فرمائی جن کی وجہ سے محبوب کا قرب حاصل ہو۔

علامہ آلوسی اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

ووجدك ضالا عن معنی محض المودة الاول فسقاك كا سامن شراب القربة والمودة فهداك به الی معرفته عزوجل و قال جعفر الصادق رضی الله عنه کنت ضالا عن محبتی لك فی الازل فمننت علیك بمعرفتی ﴿روح المعانی جلد ۳۰ صفحه ۵۳۲﴾

آپ محبت میں وارفتہ تھے تو آپ کو قرب و محبت کی شراب کا جام پلایا اور اپنی معرفت کی راہ دی۔ حضرت امام جعفر صادق ﷺ فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ازل سے میری محبت میں وارفتہ تھے تو پھر میں نے احسان کیا کہ اپنی معرفت کی طرف راہ دی۔

علامہ قرطبی اس مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

ووجدك محبا للهداية فهداك اليها و يكون الضلال بمعنی المحبة ومنه قوله تعالیٰ انك لفی ضلالك القديم

﴿جامع احکام البیان جلد۲۰ صفحه۸۸﴾

آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اس کی طرف راہ دی اس مقام پر ضلال

محبت کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول ''انك لفی ضلالك القدیم''

میں ضلال کے معنی محبت کے ہیں۔

اہل علم وفکر کی توجیہات کے بعد دل کی آنکھوں سے ایک بار پھر تراجم پر غور کیجیے تو فاضل بریلوی کا ترجمہ احترام رسالت پر مبنی دکھائی دیتا ہے یہ ترجمہ بارگاہ نبوت کے ادب اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کا آئینہ دار ہے۔ اس ترجمہ میں بھی وہی فکر اور سوچ ہے جو جید مفسرین کی رائے ہے۔ اگر دل میں محبت رسول ﷺ کی چاشنی موجود ہو تو نگاہیں فاضل بریلوی کے ترجمہ پر نثار ہونے کو مچلتی ہیں کہ اس عاشق صادق نے کس محبت سے روح قرآن کو اردو الفاظ میں منتقل کیا ہے۔ اس کے برعکس باقی تراجم پر نظر کریں تو انتہائی دریدہ دہنی اور گستاخانہ انداز میں بھٹکا ہوا، بے خبر، بھولا ہوا، ناواقف راہ جیسے الفاظ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی۔ جس ہستی نے یہ اعلان فرمایا ہو ''انا اول المسلمین'' جس کے توسل سے کائنات ایمان وایقان کی لذت سے آشنا ہوئی۔ جس کی نسبت سے خالق کائنات نے شہر مکہ کی قسم ارشاد فرمائی۔ جن کے متعلق خالق کائنات نے ''ماضل صاحبکم وما غوی'' کا واضح اعلان فرمایا۔ اس ذات کریم کی طرف ان بھٹکے ہوئے اور شریعت سے بے خبر لوگوں نے کتنی جرأت کے ساتھ یہ الفاظ منسوب کر دیے۔

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

اس مقام کے متعلق مولانا کوثر نیازی کا یہ تبصرہ بھی ملاحظہ کیجیے۔

عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں ''ووجدك ضالا'' کا ترجمہ ما ضل کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول ﷺ کے عین مطابق کرنے کی

صورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں:

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی

کہا جا سکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہو گئی آیئے ادیب شہیر اور مشہور مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے:

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا

مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے اس دور میں اردوئے معلیٰ لکھنے والے نامور اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجیے۔ ان کا ترجمہ یوں ہے رحمۃ اللہ علیہ

اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی

پیغمبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھیے اور پھر کنزالایمان میں امام رضا کے ترجمے کو دیکھیے۔ امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں:

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

کیا ستم ہے کہ فرقہ پرور لوگ ''رشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

﴿احمد رضا ہمہ جہت شخصیت صفحہ ۶ تا ۷﴾

معنویت و مقصدیت:

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے ترجمہ کو باقی تراجم میں ایک امتیاز اور شرف یہ بھی حاصل ہے کہ آپ کے ترجمہ کا اسلوب اور اندازِ بیان قرآن حکیم کی روح اور عربیت کے قریب ترین ہے۔ باقی تراجم میں بعض اوقات جب بامحاورہ ترجمہ کیا گیا تو تمام کوشش عبارت آرائی پر صرف کی گئی اور فہم قرآن سے توجہ ہٹ گئی۔ لیکن اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے ترجمہ میں قرآن حکیم کے فہم و اسلوب پر بھرپور توجہ ہوتی ہے ترجمہ کا انداز چاہے لفظی ہو یا بامحاورہ ہو قرآن حکیم کے ہر لفظ کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے اور عبارت میں کوئی بوجھ اور ثقل بھی محسوس نہیں ہوتا۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ محمود الحسن

شروع ساتھ نام اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے۔ رفیع الدین

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ فتح محمد

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں۔

اشرف تھانوی

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ جونا گڑھی

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔ امام احمد رضا

عربی قانون کے مطابق "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ظرف مستقر ہے، جس کا

تعلق کسی اسم یا فعل سے کیا جاتا ہے اور اسے اپنی طرف سے اعتبار کرنا پڑتا ہے۔ اعلیحضرت کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق بعد سے ہے۔ اس مقام پر فعل کے موخر ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ فعل کی نسبت جس کا تعلق فعل سے ہے وہ زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر جب کوئی کام شروع کرتے تو وہ ابتدا میں اپنے معبودان باطلہ کا نام لیتے لہٰذا مومن کے لیے بھی زیادہ افضل یہی ہے کہ وہ اپنے کام کی ابتدا اللہ تعالیٰ ﷻ کے بابرکت نام سے کرے۔ علامہ نسفی اسے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و تعلقت الباء بمحذوف تقديره "بسم الله الرحمٰن الرحيم" اقراء واتلو ﴿تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۴﴾

اس مقام پر میں پڑھتا ہوں یا تلاوت کرتا ہوں بعد میں ہے۔

اس لیے کہ جب فعل موخر ہوگا تو اللہ تعالیٰ ﷻ کا اسم گرامی مقدم ہوگا اور اس مقام پر یہی مقصود ہے۔ اب آپ اگر تراجم کو دیکھیں تو یہ حسن بیان فاضل بریلوی کے ترجمہ میں آپ کو بخوبی نظر آ رہا ہے جبکہ باقی تراجم میں یہ حسن ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ ﴿البقرة:۵۱﴾

پھر پکڑا تم نے گائے کا بچہ۔ رفیع الدین

پھر تم نے بنا لیا بچھڑا موسیٰ کے بعد۔ محمود الحسن

پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ کے بعد۔ اشرف تھانوی

پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ امام احمد رضا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے بعد سامری کے بہکاوے میں آ کر قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ اس مقام پر اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن تراجم پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقصدیت صرف فاضل بریلوی کے ترجمہ

سے واضح ہے جبکہ باقی تراجم سے مطلب ومقصد بالکل واضح نہیں ہوتا، تشنگی باقی رہتی ہے کیونکہ محض گائے کا بچہ پکڑنے سے یا تجویز کرنے سے تو انسان قابل مواخذہ نہیں جبکہ یہاں ''فاقتلو انفسکم'' سے ان کی سزا بیان کی جارہی ہے اور یہ سزا فقط بچھڑا تجویز کرنے کی تو نہیں بلکہ اس کی پوجا کرنے کی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر خود قرآن حکیم کی وضاحت موجود ہے۔ ''فقالو ھذا الھکم و اللہ موسی''۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ﴿آل عمران:۸۴﴾

ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔	اشرف تھانوی
ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو۔	محمود الحسن
نہیں جدائی ڈالتے ہم درمیان کسی کے ان میں سے۔	رفیع الدین
ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔	فتح محمد
ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔	جونا گڑھی
ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے۔	مودودی
ہم ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔	امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں پہلے انبیاء کرام علیھم السلام پر ایمان کا ذکر ہورہا ہے اور ان کتب پر جو پہلے انبیاء کرام علیھم السلام پر نازل ہوئی تھیں اور قرآن پاک پر ایمان لانے کی بات ہورہی ہے۔ آیت کریمہ کے مفہوم کی وضاحت کے بعد اگر آپ تراجم پر غور کریں تو محض اتنی بات کہ ہم فرق نہیں کرتے۔ اس سے مطلب واضح نہیں ہوتا۔ کیونکہ فرق تو ہم کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو افضل الکتب مانتے ہیں۔ لہٰذا اس مقام پر جس فرق کی نفی کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایسا فرق نہیں کرتے کہ بعض کتابوں پر ایمان ہو اور بعض کتب کا انکار کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔ بلکہ ہم سب کتب پر ایمان رکھتے ہیں۔ تراجم پر غور کرنے سے یہ

بات واضح ہو جاتی ہے کہ فاضل بریلوی کے ترجمہ سے یہ مفہوم اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہیں جبکہ باقی تراجم میں یہ اشتباہ موجود ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ﴿البقرة:۱۳۵﴾

کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا۔ محمود الحسن

اب کہہ دیجیے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں۔ مودودی

تم کہہ بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم دین ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا۔ رفیع الدین

تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے۔ امام احمد رضا

اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو خالق کائنات کی طرف سے ارشاد ہے عام مترجمین نے لفظ ''قل'' کا ترجمہ ''کہہ دے'' یا ''کہہ دیجیے'' کیا لیکن فاضل بریلوی نے ترجمہ کیا ''تم فرماؤ'' اس مقام پر بھی واضح ہے کہ فاضل بریلوی کا ترجمہ حسن کا مرقع اور شان رسالت کے زیادہ لائق ہے۔ جبکہ باقی تراجم میں بالکل عامیانہ انداز اختیار کیا گیا۔ اس کے علاوہ حنیفا کے ترجمہ پر بھی غور کریں تو فاضل بریلوی نے ترجمہ یوں کیا ''ہر باطل سے جدا'' اردو لکھنے پڑھنے والا آدمی بخوبی سمجھ لے گا کہ ''ایک ہی طرف کا تھا'' اور ''ہر باطل سے جدا تھے'' ان دونوں میں سے کونسا ترجمہ اردو ادب اور محاورہ کے لحاظ سے مناسب ہے۔ ''پھر ایک ہی طرف کا تھا'' سے یہ بات وضاحت طلب ہے کہ وہ طرف کونسی تھی، لیکن فاضل بریلوی کے ترجمہ میں یہ اشتباہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ مفہوم بالکل واضح ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام دین حق پر قائم تھے اور ہر باطل سے جدا اور الگ تھے۔

ماقبل سطور میں آپ نے چند آیات کے مختلف تراجم کا تقابلی جائزہ ملاحظہ کیا۔ جذباتی عقیدت و وارفتگی سے الگ ہو کر دیکھیے تو آپ کو فاضل بریلوی کے ترجمہ کا حسن اور نکھار نظر

آئے گا۔ جہاں عام مترجمین کے قلم ڈگمگائے ان کے نظریہ اور سوچ میں سقم نظر آیا وہاں فاضل بریلوی ادب وشوق کی اس پرخار وادی میں کس قدر احتیاط کے ساتھ چلے۔ عربی عبارت کو اردو کا روپ دے دینا، شوق محاورہ بندی میں مفہوم کو یکسر نظر انداز کر دینا اور بات ہے اور مفہوم قرآن اور منشار بانی کو سمجھ کر قرآن کے ترجمہ کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا اور بات ہے۔ قرآن حکیم کا ترجمہ محض عربی لغت سے واقفیت کی بناء پر نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس دشوار گزار وادی کو عبور کرنے کے لیے بہت سے ساز وسامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ کو پڑھنے کے بعد بے اختیار یہ الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ ترجمہ کرتے وقت اس شخص کو خالق کائنات کی رحمت اور فضل اور رسول اللہ ﷺ کی توجہ اور عنایت حاصل تھی۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ میں تقدیس الوہیت، بارگاہ نبوت کے آداب، حسن بیان ومعنی، سلاست وروانی، اسلوب وانداز بیان، معنویت ومقصدیت، صوتی حسن، فہم و تدبر اور قرآن حکیم کی صحیح انداز میں ترجمانی بخوبی نظر آتی ہے۔

خراجِ عقیدت

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین، کشتہ عشق مصطفیٰ، حسان الہند امام احمد رضا محدث بریلوی کے ترجمہ کنز الایمان پر اہل علم وفن اور اصحاب فکر ونظر نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور کنز الایمان کی فنی خوبیاں بیان کیں۔ چند اہل قلم کے تاثرات پیش خدمت ہیں:

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما حضرت علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں:

علم قرآن کا اندازہ اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ

اس جگہ نہیں لایا جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں روح قرآن ہے۔ ﴿مقالات یوم رضا جلد ۱ صفحہ ۱۴۱﴾

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم لکھتی ہیں:

اس میں شک نہیں کہ الشاہ امام احمد رضا بریلوی نہایت ذہین، نیک اور بحر العلوم تھے، ہندوستان میں ان کے برابر کے علماء اور مفسرین بہت کم گزرے ہیں۔ ان کا ترجمہ پر خلوص اور سلیس ہے۔

﴿قرآن حکیم کے تراجم﴾

ملک شیر محمد اعوان آف کالاباغ اس طرح نذر عقیدت پیش کرتے ہیں:

امام احمد رضا خان بریلوی برصغیر پاک و ہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کدو کاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا جس میں روح قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔

☆ مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور با محاورہ بھی، اس طرح لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔

☆ انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔

☆ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔

☆ ان کے ترجمہ قرآن کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب واحترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص

ملحوظ رکھا۔ ﴿محاسن کنز الایمان﴾

پروفیسر فیاض احمد کاوش کنز الایمان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ سنیت کی صداقت کے لیے امام احمد رضا خان بریلوی نے جو مواد فراہم کیا، وہ اسلام میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''ترجمہ قرآن'' ہے جو حقانیت کا ایسا مینارہ نور ہے جس کے مقابلہ میں تمام تراجم کے چراغ جھلملا جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جن آیات قرآنی کے ترجمہ میں ذراسی بے احتیاطی سے رب تعالیٰ اور رسول مقبول کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے ان نازک مقامات سے آپ بڑی احتیاط اور پوری کامیابی سے گزرے ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کے ترجمہ کے لیے صرف علم ودانش ہی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جذبہ عشق ومحبت بھی درکار ہوتا ہے۔ چنانچہ ترجمہ کے دوران بہت سے ایسے نازک مواقع آتے ہیں کہ پاس ادب کے ساتھ وہاں سے گزر جانا آسان کام نہیں ہوتا۔ مگر وہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ادب کے اس پل صراط سے پلک جھپکتے گزر گئے۔ ترجمہ کی خوبی کی انتہا یہ ہے کہ جس اشکال اور اس کے حل کو مفسرین نے کئی صفحات پر بیان کیا، اس محسن ملت نے اپنے ترجمہ کے چند لفظوں میں کھول کر سامنے رکھ دیا ہے بلاشبہ آپ کا ترجمہ قرآن تمام تراجم پر بھاری ہے۔ ﴿پندرہ روزہ الحسن یکم تا ۱۵ جون ۱۹۷۴ء﴾

راؤ سلطان مجاہد دیگر تراجم کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے کنز الایمان کے متعلق لکھتے ہیں:

''قرآن کے مفہوم سے قریب ترین جو ترجمہ ہے متفقہ طور پر اس ترجمہ کو رائج کیا جائے منشائے ربانی اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ترجمہ

صرف ''کنز الایمان'' ہی پورا اترتا ہے''۔

﴿ایک ترجمہ ایک قرآن﴾

علامہ سید محمد مدنی میاں کنز الایمان کی فوقیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

اگر فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کو اردو کے دیگر شائع شدہ ترجموں کے سامنے رکھ کر انصاف و دیانت اور فکر و نظر کی گہرائی کے ساتھ ان سب کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو انصاف پسند کے لیے اس اعتراف کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ دورِ حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنز الایمان ہے جو:

☆ قرآن کریم کا صحیح ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔

☆ اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس

☆ اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا موید ہے

☆ زبان کی روانی و سلاست میں بے مثل ہے

☆ عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک

☆ قرآن پاک کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے

☆ آیات ربانی کے انداز خطاب کی پہچان کراتا ہے

☆ قادر مطلق کی ردائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبہ لگانے والوں کے لیے شمشیر براں ہے۔

☆ حضرات انبیاء علیھم السلام کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے۔

☆ عامہ مسلمین کے لئے حقائق و معارف کا امنڈتا سمندر ہے۔

☆ بس اتنا کہ سمجھ لیجیے کہ قرآن حکیم قادر مطلق عزوجل کا مقدس کلام اور کنز الایمان اس کا مہذب ترجمان ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے جو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا علمبردار، تائید رحمانی کا سرمایہ دار، انوار ربانی کا حامل، حقائق قرآن کا ماہر اور حقائق آیات کا عارف ہے۔ ﴿اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ﴾

حضرت مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:

قرآن مجید کے یوں تو اردو میں بہت سے ترجمے منظر عام پر آچکے ہیں لیکن کنز الایمان کے نام سے ۱۳۳۰/ ۱۹۱۱ء میں جو ترجمہ امام احمد رضا بریلوی نے کیا اس کا جواب نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اردو میں کلام الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کردیا ہے۔ یہ ترجمہ ایک جانب تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دوسری جانب اردو ادب کی جان، عظمت خداوندی وشان مصطفوی کا نگہبان اور حفظ مراتب کا پاسبان ہے۔ واقعی یہ ترجمہ کنز الایمان یعنی ایمان کا خزانہ ہے۔ ﴿خصائص کنز الایمان﴾

فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو جس جہت اور پہلو سے دیکھیں آپ کی پوری زندگی اللہ رب العزت کی اطاعت وفرمانبرداری، عظمت وتوقیر رسالت اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور دین اسلام کی ترویج واشاعت سے عبارت ہے۔ فاضل بریلوی پر خالق کائنات کا خاص فضل واحسان اور رحمت عالم ﷺ کی خاص نظرِ کرم ہے کہ آپ نے سرزمین ہندوستان کو عشق مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو سے معطر ومنور کیا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم   جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

تمت بالخیر

☆☆☆

تعارف تحریکِ مطالعۂ قرآن

مقصد ○ ماضی ○ حال ○ مستقبل

بدعقیدگی وبدعملی، ذہنی وفکری انتشار، فحاشی وعریانی، بے راہ روی اور دین بیزاری کا سیلاب ہر گھر کے ہر فرد کی طرف جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، اس کے تباہ کن اثرات کسی بھی ہوش منداور باشعور شخص سے پوشیدہ نہیں۔ ہر دردمند فکر مند ہے کہ اس سیلاب کا راستہ کیسے روکا جائے؟ ایمان کیسے بچایا جائے اور اخلاق کیسے سنوارے جائیں؟

بے سوچے سمجھے کوئی جو چاہے کہہ دے مگر بیماری کے صحیح علاج کیلئے بیماری کا سبب جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ ایک بار نہیں ہزار بار غور کرلیجیے۔ ہوسکتا ہے فروعی اور ذیلی اسباب تو بہت ہوں مگر اس خرابی و بیماری کا بنیادی سبب ایک ہی ہے، کتابِ انقلاب قرآن مجید اور مصلحِ اعظم حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فکری وعملی دُوری۔ دُوری بھی ایسی ہے کہ ہمارا مسٹر ہو یا مولوی، سو(100) کیا ہر ہزار میں، فقط چند کے سوا باقی سب نہ قرآن سے راہنمائی لیں اور نہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو راہنما بنائیں۔ دعوے ہیں، نعرے ہیں اور پروپیگنڈے جن میں ایک سے بڑھ کر ایک۔ بھلا دعووں، نعروں یا پروپیگنڈے سے بھی کبھی خطرات ٹلتے اور حالات سنورتے ہیں۔ خطرات کی روک تھام اور حالات کی تبدیلی کیلئے تو ایسی پُرخلوص انفرادی واجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے جو وقتی اور عارضی نہیں بلکہ بھرپور اور مسلسل ہو۔

اس جدوجہد کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے 2003ء میں چند دردمند احباب نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت کے بھروسے پر تحریکِ مطالعۂ قرآن کی بنیاد رکھی اور المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور کینٹ میں مرکزی دفتر قائم ہوا۔

جدید خطوط پر قرآنی تعلیمات عام کرنا اور صحیح معنوں میں قرآنی معاشرے کی تشکیل

کے لیے جدوجہد کرنا تحریک کا بنیادی مقصد قرار پایا۔

کارکردگی:

1 (بغیر فیس) تفصیلی مطالعۂ قرآن کورس (بذریعہ خط کتابت) 2 قینچی لاہور میں عوامی لائبریری کا قیام 3 مرکز تحریک والٹن روڈ میں وسیع تحقیقی لائبریری کا قیام 4 تحقیقی کام کا آغاز 5 مفید اور آسان کتب کی مفت تقسیم 6 ریسرچ ورک کی طباعت اور اشاعت کا اہتمام 7 ہر سال اجتماعی تربیتی اعتکاف کا انعقاد

آغاز کے منتظر پروگرام:

1 علمی و تعلیمی ویب سائیٹ کا اجراء 2 آن لائن دینی راہنمائی کا اہتمام 3 ریسرچ لائبریری کیلئے مزید کتب کا حصول 4 ریسرچ سکالرز کی تعداد میں اضافہ 5 اشاعتی ادارہ کا قیام 6 شارٹ ایڈوانس کورس برائے علماء 7 دینی و عصری تعلیم کے منصوبہ جات

------------- حدیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم -------------

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ...... جب اِبن آدم فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہے۔ ﴿مسلم کتاب الوصیۃ﴾

آگے بڑھیے !!! اور تحریک مطالعۂ قرآن کا پاکیزہ پروگرام ہر سُو عام کرنے کے لیے اپنے علم و تجربہ، اپنے وقت، اپنے مال اور اپنی محنت کے ذریعے ہمارا ساتھ دیجیے۔

خیر اندیش : پروفیسر احمد رضا خاں

0322-4280455☆tm.quraan@yahoo.com

قرآن و سنت کے تصورات پر مبنی

حضرت علامہ

مفتی محمد تصدق حسین

کی دیگر علمی کتب

اسلام دشمنی کی چشم کشا تفصیل

توہینِ رسالت کا علمی و تاریخی جائزہ

دلائل و براہین سے مزین تحریر

گستاخِ رسول کی سزا اور فقہاءِ احناف

اہل علم اور عوام کے لیے یکساں مفید

مسئلہ تقدیر اور عوامی مسائل

ایمانیات کے آسان فہم پر مشتمل

قرآنی عقائد

منکرین میلاد کا مدلل جواب

برکاتِ میلاد

عبادات و معاملات اور علوم متداولہ کی اصطلاحات پر مشتمل

التعریفات

تحریکِ مطالعہ قرآن

المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور
0300-4196823, 0322-4280455
E-mail: tm.quraan@yahoo.com